1 ۔ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا شبلی نعمانی

خلاصہ

مولانا شبلی نعمانی کا شمار اُردو ادب کے ارکان خمسہ میں ہوتا ہے۔ وہ مشہور محقق، سیرت نگار اور شاعر تھے۔ سبق ہجرت نبویؐ ان کی کتاب ''سیرت النبیؐ'' سے لیا گیا ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے دوران تبلیغ مکہ میں پیش آنے والی مشکلات کا تذکرہ کیا ہے اور ہجرت کے اسباب و واقعات بیان کیے ہیں۔ نبوت کا تیرہواں سال شروع ہوا تو اکثر صحابہ کرامؓ مدینہ پہنچ چکے تھے۔ تبلیغ اسلام کے لیے مکہ میں پیش آنے والی مشکلات اور اہل مکہ کی سختیاں بڑھتی چلی جا رہی تھیں۔ نوبت یہاں تک آگئی کہ دشمنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنالیا حالانکہ قریش مکہ نے مال و اسباب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس امانت کے طور پر رکھا ہوا تھا۔ خداوند کریم کی طرف سے بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ آج رات تم میرے بستر پر سو جانا اور کل صبح امانتیں واپس کر کے مدینہ آجانا۔ حضرت علیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم سر آنکھوں پر لیا۔ کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر لیا لیکن قدرت نے ان کو بے خبر کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو سوتا چھوڑ کر گھر سے نکلے اور کعبہ کو دیکھ کر فرمایا ''مکہ! تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھ کو رہنے نہیں دیتے'' حضرت ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر غارِ ثور میں پناہ لی۔ صبح قریش کی آنکھیں کھلیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ حضرت علیؓ کو بستر پر پا کر بہت برہم ہوئے اور کچھ دیر حضرت علیؓ کو حرم میں محبوس رکھا۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکلے۔ دوسری طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ عنہ غار میں تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کا بیٹا عبداللہ آکر مکہ والوں کی منصوبہ بندی سے آگاہ کرتا رہا۔ حضرت ابو بکرؓ کا غلام روزانہ شام کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ دے جاتا جبکہ ابن ہشام کے مطابق حضرت ابو بکرؓ تعالی کی بیٹی اسماءؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانا دے کر آتیں۔ کفار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھونڈتے ہوئے غار تک آپہنچے۔ حضرت ابو بکرؓ پریشان ہوئے۔ فوراً آیت نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکرؓ سے کہا۔ ''گھبراؤ نہیں بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' قریش نے اشتہار دے دیا کہ جو کوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکرؓ کو گرفتار کر کے لائے گا اسے ایک خون بہا کے برابر یعنی سو اونٹ دیے جائیں گے۔ سراقہ بن جعشم انعام کے لالچ میں نکلا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غار سے نکلتے دیکھ لیا۔ اس نے ان پر حملہ کرنے کا شگون معلوم کرنے کے لیے فال نکالی جو صحیح نہ نکلی لیکن پھر بھی انعام کے لالچ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کرنا چاہا لیکن اس کا گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔ اس واقعہ نے اس کی ہمت پست کر دی۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر امن کی تحریر لکھ دینے کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کر لی۔ حضرت ابو بکرؓ کے غلام عامر بن فسیرہ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر فرمان امن لکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر مدینہ پہنچ چکی تھی۔ اہل مدینہ ہر روز صبح سویرے شہر سے باہر آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کرتے اور وقت دوپہر مایوس ہو کر لوٹ جاتے۔ ایک دن ایک یہودی نے قلعے سے دیکھا اور قرائن سے پہچان کر پکارا۔ ''اہل عرب! تم جس کا انتظار کر رہے تھے وہ آگیا۔'' تمام شہر تکبیر کی آواز سے گونج اٹھا۔

مشق

سوال 1: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

(الف) ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا مراد ہے؟

جواب: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بحکم خداوندی تبلیغ دین کی خاطر مکہ سے مدینہ جانا ہجرت نبویؐ ہے۔

(ب) رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کے کون سے سال ہجرت فرمائی؟

جواب: رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کے تیرھویں سال ہجرت فرمائی۔

(ج) حضرت امیرؓ تعالی عنہ سے کون سی شخصیت مراد ہے؟

جواب: حضرت امیرؓ سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔

(د) رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ تعالی عنہ سے کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: آپ ﷺ نے حضرت علیؓ عنہ سے فرمایا "مجھے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے"۔ آج رات تم میرے بستر پر سو جانا اور کل صبح امانتیں واپس کر کے مدینہ آجانا۔

(ہ) حضرت اسماءؓ تعالی عنہا کون تھیں؟

جواب: حضرت اسماءؓ تعالی عنہا حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی تھیں۔

(و) قریش نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ تعالی عنہ کو گرفتار کرنے کا کیا انعام مقرر کیا؟

جواب: قریش نے آپ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کو گرفتار کرنے کا انعام سو اونٹ مقرر کیا۔

(ز) سراقہ بن جعشم کیسے تائب ہوا؟

جواب: جب رسول ﷺ پاک کا پیچھا کرتے ہوئے سراقہ بن جعشم کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا تو وہ تائب ہوا۔

سوال 2: متن کو مدنظر رکھتے ہوئے موزوں الفاظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) حافظِ عالم نے مسلمانوں کو دارالامان ـــــــ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا۔ (مکہ، ✓ مدینہ، طائف، یمن)

(ب) نبوت کا ـــــــ سال شروع ہوا اور اکثر صحابہ (رضی اللہ) مدینے پہنچ چکے تو وحی الٰہی کے مطابق: آنحضرت ﷺ نے بھی مدینے کا عزم فرمایا۔ (بارھواں، دسواں، ✓ تیرھواں، پندرھواں)

(ج) اس وقت بھی آپ ﷺ کے پاس بہت سی ـــــــ جمع تھیں۔ (تلواریں، ✓ امانتیں، کھجوریں، نعمتیں)

(د) ـــــــ کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپ ﷺ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں۔ (جناب ابو بکرؓ، جناب عمرؓ، ✓ جناب امیرؓ، جناب عثمانؓ)

(ہ) ـــــــ سے پہلے قرارداد ہو چکی تھی۔ (حضرت عمرؓ، حضرت زیدؓ، حضرت علیؓ، ✓ حضرت ابو بکرؓ)

(و) اسی طرح ـــــــ راتیں غار میں گزاریں۔ (✓ تین، چار، پانچ، سات)

سوال 3: درج ذیل بیانات میں سے درست اور غلط کی نشاندہی کریں۔

(الف) دعوتِ حق کے جواب میں ہر طرف سے تلوار کی جھنکاریں سنائی دے رہی تھیں۔ ✓

(ب) حافظِ عالم نے مسلمانوں کو دارالامان حبشہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیا۔ ✗

(ج) نبوت کے تیرہویں سال اکثر صحابہؓ مدینہ پہنچ چکے تھے۔ ✓

(د) سب لوگوں نے ایک ہی رائے پیش کی۔ ✗

(ہ) اہلِ عرب زنانہ مکان کے اندر گھسنا معیوب سمجھتے تھے۔ ✓

(و) فاتحِ خیبر کے لیے قتل گاہ فرشِ گل تھا۔ ✓

(ز) حضرت ابو بکرؓ عنہ کا غلام رات گئے، بکریاں چرا کر لاتا۔ ✓

(ح) حضرت عائشہؓ عنہا گھر سے کھانا پکا کر غار میں پہنچا آتی تھیں۔ ✗

(ط) صبح قریش کی آنکھیں کھلیں تو پلنگ پر آنحضرت ﷺ کے بجائے جنابِ امیرؓ تھے۔ ✓

(ی) نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کی خبر مدینے میں پہلے پہنچ چکی تھی۔ ✓

سوال 4: کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
دار الامان	جھنکاریں	مدینہ
دیانت	فرشِ گل	امانت
قتل گاہ	چشمِ انتظار	فرشِ گل
ہمہ تن	امانت	چشمِ انتظار
تلوار	مدینہ	جھنکاریں

سوال 5: سبق ہجرت نبوی کا خلاصہ تحریر کریں۔

سوال 6: درج ذیل الفاظ و تراکیب کا تلفظ اعراب کی مدد سے واضح کریں۔

جوابات:

قَتل گاہ	مُحَاصَرَہ	حَافظِ عَالَم
فَرشِ گُل	عَدَاوَت	وُجُودِ اَقدَس
	بُوسَہ گاہ	دَارُالاَمَان
	خَلَائِق	قَبَائِل

سوال 7: درجِ ذیل کے معنی لکھیں اور جملوں میں استعمال کریں۔

الفاظ	معنی	جملے
دعوتِ حق	حق کی دعوت	نبی پاک ﷺ نے دعوتِ حق کے دوران میں انتہائی مصائب کا سامنا کیا۔
ہدف	نشانہ	کفار کے ظلم و ستم کا ہدف نبی پاک ﷺ کی ذات تھی۔
معیوب	عیب والا / برا	قریش مکان کے زنانہ حصے میں داخل ہونا معیوب سمجھتے تھے

ترکش	تیر رکھنے کا	تھیلا سراقہ نے ترکش سے فال کا تیر نکالا تو جواب میں "نہیں" آیا۔
خون بہا	خون کا بدلہ	کفار نے حضور ﷺ کی گرفتاری/قتل پر ایک خون بہا کے برابر انعام مقرر کیا۔

سوال 8: جمع کے واحد اور واحد کی جمع لکھیں۔

واحد	جمع	جمع	واحد
ہدف	اہداف	جھنکاریں	جھنکار
زنجیر	زنجیریں	رائیں	رائے
قبیلہ	قبائل		

کثیر الانتخابی سوالات

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1-مولانا شبلی نعمانی قصبہ بندول ضلع اعظم گڑھ میں کب پیدا ہوئے؟

(الف)۱۸۵۰ء (ب)۱۸۵۲ء (ج)۱۸۵۶ء (د)۱۸۵۷ء

2-مولانا شبلی نعمانی نے ادارہ قائم کیا:

(الف)دار الکتب (ب)دار المصنفین (ج)دار السلام (د)دار الحدیث

3-شبلی نعمانی کی شہرت کی وجہ ہے۔

(الف)نظم (ب)نثر (ج)غزل (د)کالم نگاری

4-مولانا شبلی نعمانی کا سفر نامہ ہے۔

(الف)سفر نامہ روم و شام (ب)سفر نامہ روم و مصر و شام (ج)سفر نامہ ہند (د)سفر نامہ مصر

5-مولانا شبلی نعمانی نے وفات پائی۔

(الف)۱۹۱۴ء (ب)۱۹۱۵ (ج)۱۹۱۶ (د)۱۹۲۳ء

6-سبق "ہجرت نبوی ﷺ" کے مصنف ہیں:

(الف)مولانا محمد علی جوہر (ب)مولانا شبلی نعمانی (ج)سید سلیمان ندوی (د)مولانا شبیر احمد

7-سبق "ہجرت نبوی ﷺ ماخوذ ہے:

(الف)سیرت ہشام (ب)الفاروق (ج)سیرت النبی ﷺ (د)رحمت دو عالم

8-ہجرت کا حکم ہوا:

(الف)خدا کی طرف سے (ب)مکہ والوں کی طرف سے (ج)قریش کی طرف سے (د)اہل عرب کی طرف سے

9-جب ہجرت کا حکم ہوا تو اعلان نبوت کو گزر چکے تھے:

(الف) دس سال (ب) بارہ سال (ج) 13 سال (د) 14 سال

10- شبلی نعمانی کے والد کا نام تھا:

(الف) شیخ مطیع اللہ (ب) شیخ حبیب اللہ (ج) شیخ رفیع اللہ (د) شیخ انعام اللہ

11- رسول کریم ﷺ کے قتل کا مشورہ دیا:

(الف) ابوجہل نے (ب) ابوسفیان نے (ج) ابولہب نے (د) ابوقحافہ نے

12- رسول کریم ﷺ کے خلاف سازش میں ہر قبیلے سے افراد منتخب کیے گئے۔

(الف) ایک (ب) دو (ج) تین (د) چار

13- اہل عرب معیوب سمجھتے تھے:

(الف) چوری کرنا (ب) شراب نوشی (ج) امانت میں خیانت کرنا (د) زنانہ مکان میں داخل ہونا

14- عرب والے آپ ﷺ کے پاس رکھواتے تھے:

(الف) درہم (ب) دینار (ج) امانتیں (د) مال وزر

15- آپ ﷺ نے بتایا کہ مجھے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے:

(الف) حضرت عمر فاروقؓ کو (ب) حضرت اسامہؓ کو (ج) حضرت علیؓ کو (د) حضرت حذیفہؓ کو

16- آپ ﷺ نے اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا:

(الف) حضرت ابوبکرؓ کو (ب) حضرت علیؓ کو (ج) حضرت عمرؓ کو (د) حضرت عثمانؓ کو

17- ہجرت کی شب رسول کریم ﷺ کا بستر تھا:

(الف) خطرناک جگہ (ب) قتل گاہ کی زمین (ج) کانٹوں کی سیج (د) پھولوں کی سیج

18- حضور اکرم ﷺ نے امانتیں واپس کرنے کی ذمہ داری سونپی۔

(الف) حضرت ابوبکرؓ کو (ب) حضرت عمرؓ کو (ج) حضرت عثمانؓ کو (د) حضرت علیؓ کو

19- فاتح خیبر کے لیے قتل گاہ تھا:

(الف) فرش آرام (ب) فرش گل (ج) فرش زینت (د) پھولوں کی سیج

20- کفار کو بے خبر کر دیا:

(الف) دشمنوں نے (ب) قبائل نے (ج) قریش نے (د) قدرت نے

21- رسول کریم ﷺ نے فرمایا مجھے تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے:

(الف) مکہ (ب) مدینہ (ج) عرب (د) شام

22- دوران ہجرت ساتھ جانے کی قرارداد ہوئی۔

(الف) حضرت ابوبکرؓ سے (ب) حضرت عمرؓ سے (ج) حضرت عثمانؓ سے (د) حضرت علیؓ سے

23- حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ) مکہ سے روانہ ہو کر سب سے پہلے پوشیدہ ہوئے:

(الف) غار حرا میں (ب) وادی طوبیٰ میں (ج) وادی نینوا میں (د) جبل ثور کے غار میں

24- آپ ﷺ تک قریش کی خبریں پہنچاتے:

(الف)حضرت علی رضی اللہ (ب)حضرت عثمانؓ (ج)حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے عبد اللہ (د)حضرت عمر رضی اللہ

25-حضرت ابو بکر (رضی اللہ) کا غلام فراہم کرتا:

(الف)دودھ (ب)غذا (ج)کھجوریں (د)گوشت

26-ابن ھشام کے مطابق آپ کو کھانا پہنچا کر آتیں:

(الف)حضرت اسماء رضی اللہ (ب)حضرت خدیجہ رضی اللہ (ج)حضرت فاطمہ رضی اللہ (د)حضرت عائشہؓ

27-آپ ﷺ نے غار میں راتیں گزاریں:

(الف)پانچ (ب)دو (ج)تین (د)چار

28-مکہ والوں نے حضور ﷺ کو نہ پا کر حضرت علی (رضی اللہ) کو محبوس رکھا:

(الف)مکہ میں (ب)مدینہ میں (ج)طائف میں (د)حرم میں

29-حضرت ابو بکرؓ غمزدہ ہوئے:

(الف)مکہ چھوڑنے پر (ب)ہجرت کرنے پر (ج)دشمن کے غار تک پہنچ جانے پر (د)گھر چھوڑنے پر

30-رسول کریم ﷺ اور ابو بکر (رضی اللہ) کی گرفتاری پر انعام مقرر کیا گیا:

(الف)دس اونٹ (ب)پچاس اونٹ (ج)سو اونٹ (د)دو سو اونٹ

31-غار سے نکلنے کے بعد آپ ﷺ کا پیچھا کیا:

(الف)ابو جہل نے (ب)سراقہ بن جعشم نے (ج)عمر بن ہشام نے (د)ابو لہب نے

32-سراقہ بن جعشم آپ ﷺ تک کیوں نہ پہنچ سکا:

(الف)لالچ کی وجہ سے (ب)گھوڑا آگے نہ بڑھا (ج)گھوڑا زمین میں دھنس گیا (د)اپنی موت کے خوف سے

33-حضور ﷺ نے سراقہ بن جعشم سے سلوک کیا:

(الف)معاف کر دیا (ب)قتل کر دیا (ج)امن کی تحریر لکھ دی (د)قید کر دیا

34-سراقہ بن جعشم کے لیے فرمانِ امن لکھا:

(الف)حضرت ابو بکرؓ نے (ب)رسول کریم ﷺ نے (ج)حضرت عثمانؓ نے (د)عامر بن فہیرہ نے

35-اہل مدینہ آپ ﷺ کا انتظار کب سے دوپہر تک کرتے تھے:

(الف)تڑکے سے (ب)دوپہر سے (ج)شام سے (د)ساری رات انتظار کرتے

36-مولانا شبلی نعمانی علی گڑھ کالج میں استاد مقرر ہوئے:

(الف)اردو کے (ب)فارسی کے (ج)انگریزی کے (د)کیمسٹری کے

37-رسول کریم ﷺ کے مدینہ آنے کی خبر دی: موبائل

(الف)حضرت ابو بکرؓ نے (ب)حضرت عمرؓ نے (ج)ایک یہودی نے (د)اہل مکہ نے

38-یہودی نے آپ ﷺ کو دیکھا:

(الف)گھر سے (ب)پہاڑی سے (ج)قلعے سے (د)میدان سے

39-یہودی نے آپ ﷺ کو پہچانا:

(الف)لباس سے (ب)قرائن سے (ج)شکل وصورت سے (د)کسی کے بتانے پر

40- حضرت امیرؓ سے مراد ہیں:

(الف)رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ب)حضرت علیؓ (ج)حضرت ابو بکرؓ (د)حضرت عثمانؓ

جوابات:

1-د	2-ب	3-ب	4-ب	5-الف
6-ب	7-ج	8-الف	9-ب	10-ب
11-الف	12-الف	13-د	14-ج	15-ج
16-ب	17-ب	18-د	19-ب	20-د
21-الف	22-الف	23-د	24-ج	25-الف
26-الف	27-ج	28-د	29-ج	30-ج
31-ب	32-ج	33-ج	34-د	35-الف
36-ب	37-ج	38-ج	39-ب	40-ب

2 ۔ مرزا غالب کے عادات وخصائل

مولانا الطاف حسین حالی

خلاصہ

مولانا الطاف حسین حالی کا شمار اُردو ادب کے مشہور نثر نگاروں اور شاعروں میں ہوتا ہے۔ سبق مرزا غالب کے عادات و خصائل ان کی کتاب یادگارِ غالب سے لیا گیا ہے جس میں مشہور شاعر غالب کی شخصی خوبیوں کا خاکہ کھینچا گیا ہے۔

مرزا غالب اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے وہ لوگوں سے خوش دلی سے ملتے، دوستوں کی خوشی و غم کو اپنی خوشی اور غم تصور کرتے۔ اسی لیے ہندوستان کے طول و عرض میں ان کی دوست پھیلے ہوئے تھے اور ان میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شامل تھے۔ ان کے خطوط سے دوستوں کے لیے دلی محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ بیماری میں بھی دوستوں کی شاعری پر اصلاح دیتے اور ان کی فرمائشیں پوری کرتے تھے۔ اگر کوئی بے رنگ خط بھی بھیج دیتا تو برا نہیں مناتے تھے۔ یہ ان کے مزاج کی مروت تھی کہ دوسروں کا بہت لحاظ کرتے تھے۔ اگرچہ آمدن قلیل تھی لیکن کھلے دل کے مالک تھے۔ آپ کے دروازے سے سوال کرنے والا کبھی خالی ہاتھ نہ جاتا۔ غدر کے بعد ڈیڑھ سو روپیہ سے تھوڑی زیادہ رقم ملتی تھی مگر اپنی بساط سے بڑھ کر ضرورت مندوں کی مدد کرتے تھے۔ مرزا غالب اپنے ان دوستوں کا خاص خیال رکھتے تھے جن کے حالات 1857ء کے ہنگامے میں ابتر ہو گئے تھے۔ وہ کوشش کرتے کہ ایسے دوستوں کی مدد بھی ہو جائے اور انہیں شرمندہ احسان بھی نہ ہونا پڑے۔ مرزا غالب کے مزاج میں ظرافت اس درجہ تھی کہ اگر آپ کو حیوان ناطق کے بجائے حیوان ظریف کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ایک دفعہ جب رمضان گزر چکا تو غالب قلعے میں گئے بادشاہ کے پوچھنے پر کہ آپ نے کتنے روزے رکھے۔ غالب نے جواب دیا" پیر و مرشد ایک نہیں رکھا مزاج کی بے ساختگی کا ایک اظہار نواب مصطفٰی خاں کے ہاں جانے پر بھی ملتا ہے اسی طرح ایک صحبت میں غالب میر تقی میر کی تعریف کر رہے تھے۔ شیخ ابراہیم ذوق بھی موجود تھے انہوں نے میر پر سودا کو ترجیح دی تو بے ساختہ مرزا غالب بولے "میں تو تم کو میری سمجھتا ہوں مگر اب معلوم ہوا کہ آپ سودائی ہیں" کم آمدن کے باوجود مرزا غالب اپنی وضع داری قائم رکھے ہوئے تھے گھر سے کہیں باہر جانا ہوتا تو پالکی یا ہوادار کے بغیر نہ نکلتے تھے۔ اور عمائدین شہر کے ساتھ ہمیشہ برابری کی سطح پر تعلق نبھاتے تھے۔ مرزا غالب کو پھلوں میں آم بہت پسند تھے۔ خود خریدتے، ان کے دوست ان کو سوغات کے طور پر بھیجتے۔ ایک دفعہ آموں کے موسم میں مرزا غالب بادشاہ کے ساتھ باغ حیات بخش یا مہتاب باغ میں ٹہلتے ہوئے آموں کو بغور دیکھے جا رہے تھے۔ بادشاہ کے پوچھنے پر عرض کیا کہ "دیکھتا ہوں کسی دانے پر میرا یا میرے باپ دادا کا نام بھی لکھا ہے یا نہیں"۔ بادشاہ مسکرائے اور اسی روز ایک بہنگی عمدہ عمدہ آموں کی مرزا کو بھجوائی۔ غالب کا آموں کے بارے میں کہنا تھا کہ آم میں دو باتیں ضرور ہوں میٹھے ہوں اور بہت سے ہوں۔

مشق

سوال 1: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

(الف) مرزا غالب کیسے اخلاق کے مالک تھے؟

جواب: مرزا غالب کے اخلاق نہایت وسیع تھے۔یعنی مرزا غالب بہت خوش اخلاق تھے۔وہ ہر شخص سے بہت کشادہ پیشانی سے ملتے تھے۔

(ب) دوستوں کو دیکھ کر غالب کی حالت کیا ہوتی تھی؟

جواب: مرزا غالب دوستوں کو دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے تھے اور ان کی خوشی سے خوش اور غم سے غمگین ہوتے تھے۔

(ج) مرزا غالب کو کہاں کہاں سے خط آتے تھے؟

جواب: مرزا غالب کے نہ صرف دہلی بلکہ تمام ہندوستان میں بے شمار دوست تھے اور انہیں ہندوستان بھر سے خطوط آتے تھے۔

(د) اکثر لوگ غالب کو کس طرح کے خط بھیجتے تھے؟

جواب: اکثر لوگ مرزا غالب کو بیرنگ خط بھیجتے تھے۔مگر ان کو کبھی ناگوار نہ گزرتا تھا۔

(ہ) سائلوں کے ساتھ مرزا غالب کا سلوک کیسا تھا؟

جواب: اگرچہ مرزا غالب کی آمدنی قلیل تھی مگر حوصلہ فراخ تھا۔سائل ان کے دروازے سے خالی ہاتھ بہت کم جاتا تھا۔

(و) دوستوں کے ساتھ مرزا غالب کا سلوک کیسا تھا؟

جواب: دوستوں کے ساتھ مرزا غالب نہایت شریفانہ طور سے سلوک کرتے تھے۔

(ز) مرزا غالب کے مزاج کی خاص خوبی کیا تھی؟

جواب: مرزا غالب کے مزاج کی خاص خوبی ظرافت تھی۔

(ح) مرزا غالب کو کون سا پھل پسند تھا؟

جواب: مرزا غالب کو آم بہت پسند تھے۔

(ط) یہ مضمون کس کتاب سے لیا گیا ہے؟

جواب: یہ مضمون "یادگار غالب" سے لیا گیا ہے۔

(ی) اس مضمون کے مصنف کون ہیں؟

جواب: اس مضمون کے مصنف مولانا الطاف حسین حالی ہیں۔

سوال نمبر2: مندرجہ ذیل الفاظ و محاورات کو اپنے جملوں میں استعمال کیجئے۔

جوابات:

الفاظ	جملے
کشادہ پیشانی سے	ہمیں ہر کسی سے کشادہ پیشانی سے ملنا چاہیے۔
باغ باغ ہو جانا	بیٹے کی کامیابی کی خبر سن کر والدین باغ باغ ہو گئے۔
مخلص	اساتذہ کو اپنے کام میں مخلص ہونا چاہیے۔
گردش روزگار سے	ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے گردش روزگار سے پریشان حال دوستوں کی ہر ممکن مدد کریں۔
سیر ہو جانا	مرزا غالب کی نیت آموں سے کسی طرح سیر نہ ہوتی تھی۔

زمین میں گڑ جانا　　　　　　بیٹے کی ناکامی پر باپ زمین میں گڑ گیا۔

سوال نمبر 3: مندرجہ ذیل جملوں کو مکمل کریں۔

جوابات:

(الف)　مرزا غالب کے اخلاق نہایت وسیع تھے۔

(ب)　دوستوں کی فرمائشوں سے کبھی تنگدل نہ ہوتے تھے۔

(ج)　خودداری اور حفظِ وضع کو وہ کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔

(د)　فواکہ میں آم ان کو بہت مرغوب تھے۔

(ہ)　مرزا کی نیت آموں سے کسی طرح سیر نہ ہوتی تھی۔

سوال نمبر 4: سبق کے متن کو مدنظر رکھ کر درست جوابات کی نشاندہی کریں۔

(الف) مرزا غالب کے نہایت وسیع تھے۔

(الف) ✓ اخلاق　(ب) افکار　(ج) خصائل　(د) کردار

(ب) مرزا غالب دوستوں کی کن باتوں سے کبھی تنگ دل نہ ہوتے تھے؟

(الف) بُری باتوں سے　(ب) زیادتیوں سے　(ج) ✓ فرمائشوں سے　(د) حرکتوں سے

(ج) لوگ اکثر مرزا غالب کو خط لکھتے تھے۔

(الف) محبت بھرے　(ب) دُکھ بھرے　(ج) ✓ بیرنگ　(د) طویل

(د) مرزا کی طبیعت میں بدرجہ غایت تھی۔

(الف) جود و سخا　(ب) اخلاص　(ج) ✓ مروت اور لحاظ　(د) صبر

(ہ) ایک صحبت میں مرزا غالب کس کی تعریف کر رہے تھے؟

(الف) ذوق کی　(ب) مومن کی　(ج) بہادر شاہ ظفر کی　(د) ✓ میر تقی میر کی

(و) کس نے سودا کو میر پر ترجیح دی؟

(الف) ✓ ذوق نے　(ب) غالب نے　(ج) مومن نے　(د) شیفتہ نے

(ز) فواکہ میں غالب کو بہت مرغوب تھا۔

(الف) خربوزہ　(ب) تربوز　(ج) ✓ آم　(د) آڑو

سوال نمبر 5: اعراب لگا کر تلفظ واضح کریں۔

جوابات:

عَمَائِد　　اِصلَاح　　اَخلاق

وَضَع　　مرَوّت

سوال نمبر 6: کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
اخلاق	ملت	وسیع
خوشی	لحاظ	غم
مذہب	وسیع	ملت
مروت	ٹکٹ	لحاظ
بیرنگ	حیوان ظریف	ٹکٹ
حیوان ناطق	غم	حیوان ظریف

سوال نمبر 7: مذکر اور مونث الفاظ الگ الگ کر کے لکھیں۔

جوابات:

مذکر: غم، خط، مذہب، حرف، مروت، لحاظ، ٹکٹ، حوصلہ۔ جاڑا

مونث: خوشی، ملت، غزل، وضع، ظرافت

کثیر الانتخابی سوالات

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1-مرزا غالب کے عادات وخصائل کے مصنف ہیں:

(الف) سرسید احمد خان (ب) سید سلمان ندوی (ج) مولانا الطاف حسین حالی (د) کرنل محمد خان

2-الطاف حسین حالی پیدا ہوئے:

(الف) لاہور (ب) پانی پت (ج) کلکتہ (د) لکھنؤ

3-دوستوں کو دیکھ کر غالب کی حالت ہوتی تھی:

(الف) غمگین ہو جاتے (ب) غصے میں آ جاتے (ج) باغ باغ ہو جاتے (د) گھر سے باہر چلے جاتے

4-مرزا کے دوست کا فرغل تھا:

(الف) ریشم کا (ب) سُوت کا (ج) چھینٹ کا (د) لٹھے کا

5-مرزا غالب کی آمدنی تھی:

(الف) بہت زیادہ (ب) معقول (ج) قلیل (د) متوسط

6-حالی کے اجداد ہندوستان آئے زمانے میں:

(الف) غیاث الدین بلبن کے (ب) شاہ جہاں کے (ج) اکبر کے (د) جہانگیر کے

7-غالب کے گھر کے آگے پڑے رہتے تھے:

(الف) شعراء (ب) اندھے، لولے لنگڑے (ج) محلے دار (د) رشتہ دار

8-غدر کے بعد مرزا کی آمدن ہو گئی تھی:

(الف) دو سو روپے (ب) کچھ اوپر ڈیڑھ سو روپے (ج) اڑھائی سو روپے (د) تین سو روپے

9-مرزا نے اپنا قیمتی چوغہ اتار کر اپنے دوست کو پہنایا:

(الف) کھونٹی پر سے (ب) دیوار پر سے (ج) ہینگر پر سے (د) کرسی پر سے

10-غالب شہر کے امراء و عمائد سے ملتے تھے:

(الف) برتری سے (ب) برابری سے (ج) ڈر کر (د) کمتری سے

11-مرزا غالب کس بادشاہ کے ساتھ باغ میں ٹہل رہے تھے؟

(الف) جہانگیر (ب) بہادر شاہ (ج) اورنگزیب (د) سراج الدولہ

12-مرزا ہر اس شخص سے جو اُن سے ملنے آتا ملتے تھے:

(الف) بددلی سے (ب) نفرت سے (ج) کشادہ پیشانی سے (د) خوشی سے

13-جو شخص ایک بار مرزا سے مل لیتا اسے ہمیشہ رہتا:

(الف) ملنے کا اشتیاق (ب) دشمنی (ج) نفرت (د) عداوت

14-مرزا کے دوست مذہب سے تعلق رکھتے ہیں:

(الف) اسلام (ب) ہندومت (ج) تمام مذاہب (د) عیسائیت

15-غالب ہر خط کا جواب لکھنا سمجھتے تھے:

(الف) فضول کام (ب) اچھا کام (ج) فرض عین (د) ضروری کام

16-مقدمہ شعر و شاعری حالی کی کتاب کا ہے:

(الف) اختتام (ب) آغاز (ج) دیباچہ (د) اسلوب

17-غالب غریبوں اور محتاجوں کی امداد کرتے تھے:

(الف) اپنی بساط سے کم (ب) اپنی بساط سے زیادہ (ج) بلکل نہیں کرتے تھے (د) نمائش کے لیے

18-غالب کے مزاج میں اس قدر زیادہ تھی کہ انہیں حیوان ظریف کہا جائے تو بجا ہے:

(الف) طنز (ب) ظرافت (ج) سنجیدگی (د) شرارت

19-بادشاہ کے پوچھنے پر مرزا نے جواب دیا کہ روزے نہیں رکھے:

(الف) دو نہیں رکھے (ب) سارے نہیں رکھے (ج) ایک نہیں رکھا (د) دس نہیں رکھے

20-مرزا نے شیخ ابراہیم ذوق کو سودا کی تعریف پر کہا تھا:

(الف) پاگل (ب) دیوانہ (ج) سودائی (د) ناسمجھ

21-دیوان فضل اللہ مرزا کے مکان سے بغیر ملے گزرے:

(الف) بگھی میں سوار (ب) چرٹ میں سوار (ج) پالکی میں سوار (د) کار میں سوار

22-مرزا غالب سے آموں کے بارے میں رائے طلب کی:

(الف) نواب مصطفٰی خان نے (ب) ابراہیم ذوق نے (ج) مولانا فضل حق نے (د) بہادر شاہ ظفر نے

23-مرزا غالب کے دوست تھے:

(الف) چند ایک (ب) پانچ (ج) ایک سو (د) بے شمار

24-بیرنگ خط آنے پر غالب کا ردعمل ہوتا:

(الف) ناگوار گزرتا (ب) ناگوار نہ گزرتا (ج) اچھا لگتا (د) خوش ہوتے

25-سبق "مرزا غالب کے عادات وخصائل" کس کتاب سے لیا گیا ہے:

(الف) حیات جاوید (ب) یادگار غالب (ج) حیات سعدیؒ (د) مدو جزرِ اسلام

26-حالی کی کون سی تصنیف جدید اردو کا نقطہ آغاز ہے:

(الف) مسدس حالی (ب) مقدمہ شعر وشاعری (ج) حیات جاوید (د) حیات سعدیؒ

27-غالب دوستوں کی خوشی میں خوش اور ان کے غم میں ہوتے تھے:

(الف) غمگیں (ب) افسردہ (ج) پریشان (د) نڈھال

28-مرزا کی آمدنی قلیل اور حوصلہ:

(الف) بلند تھا (ب) فراخ تھا (ج) کم تھا (د) نہیں تھا

29-دلی کے عمائد میں سے ایک صاحب کی حالت سقیم ہوگئی تھی:

(الف) 1757ء کے بعد (ب) 1857ء کے بعد (ج) 1947ء کے بعد (د) 1906ء کے بعد

30-غالب کے دوست کے مکان کے آگے کا چھتا تاریک تھا:

(الف) دیوان فضل اللہ کے (ب) الطاف حسین کے (ج) نواب مصطفٰی خان کے (د) حیدر علی آتش کے

31-ایک دفعہ بہادر شاہ ظفر اپنے مصاحبوں اور غالب کے ہمراہ باغ میں ٹہل رہے تھے:

(الف) باغ حیات بخش (ب) مقبرہ رابعہ درانی کا باغ (ج) جناح باغ (د) کالا باغ

32-مرزا غالب کی نیت کس سے کبھی سیر نہیں ہوتی تھی؟

(الف) چاولوں سے (ب) مالٹوں سے (ج) آموں سے (د) امرودوں سے

33-مرزا غالب کے مشہور قول کے ناقل ہیں کہ آم میٹھا اور بہت کو:

(الف) دیوان فضل اللہ (ب) مولانا فضل حق (ج) نواب مصطفٰی خان (د) سرسید احمد خان

34-غالب کا بہت سا وقت صرف ہوتا تھا:

(الف) آم کھانے میں (ب) موسیقی سننے میں (ج) خطوط کے جواب لکھنے میں (د) سونے میں

35-مرزا غالب خطوط کے جواب لکھنے سے باز نہیں آتے تھے:

(الف) گھر میں (ب) جوانی میں (ج) بیماری اور تکلیف میں (د) سفر میں

36-اگر کوئی دوست لفافے میں ٹکٹ رکھ کر بھیجتا تو غالب:

(الف) شکایت کرتے (ب) خوش ہو جاتے (ج) ناراض ہو جاتے (د) دوستی ختم کر لیتے

37-غالب کے دروازے سے سائل بہت کم جاتا تھا:

(الف) جھولی بھر کر (ب) دھکے کھا کر (ج) کھانا کھا کر (د) خالی ہاتھ

38-حالی کے والد کا انتقال ہوا جب وہ تھے:

(الف) نو برس کے (ب) دس برس کے (ج) پندرہ برس کے (د) بیس برس کے

39-والد کی وفات کے بعد حالی کی پرورش کی:

(الف) والدہ نے (ب) بھائیوں نے (ج) دوستوں نے (د) چچا نے

40- حالی فیض یاب ہوئے صحبت سے :

(الف) درد اور میر کی (ب) غالب اور شیفتہ کی (ج) ذوق اور داغ کی (د) آتش اور ناصح کی

41-حالی کا تعلقِ خاطر قائم ہوا:

(الف) سرسید سے (ب) مولوی عبدالحق سے (ج) عبادت بریلوی سے (د) ذوق سے

42-شیفتہ اور غالب کے انتقال کے بعد حالی آئے:

(الف) دلی (ب) لاہور (ج) کلکتہ (د) پشاور

43-حالی نے لاہور آ کے ملازمت کر لی:

(الف) پولیس میں (ب) فوج میں (ج) پنجاب بک ڈپو میں (د) نیشنل بک ڈپو میں

44-لاہور آ کر حالی متعارف ہوئے:

(الف) فارسی ادبیات سے (ب) عربی ادبیات سے (ج) انگریزی ادبیات سے (د) اردو ادبیات سے

45-1887ء میں سرکارِ حیدر آباد سے حالی کا وظیفہ مقرر ہوا:

(الف) سو روپیا (ب) دو سو روپے (ج) پانچ سو روپے (د) ہزار روپے

46-حالی کے اسلوبِ بیان کی سب سے نمایاں خوبی ہے:

(الف) مدعا نگاری (ب) طوالت (ج) اختصار (د) دلکشی

47-رشید احمد صدیقی نے حالی کے نثری اسلوب کو اردو کا اسلوب قرار دیا ہے۔

(الف) معیاری (ب) تسلی بخش (ج) رواں (د) نیا

48-حالی شاعر اور ہیں:

(الف) سوانح نگار (ب) مضمون نگار (ج) نقاد (د) مذکورہ تمام

49-حالی کی مشہور کتابیں ہیں:

(الف) حیاتِ جاوید اور یادگارِ غالب (ب) حیاتِ سعدی اور مقدمہ شعر و شاعری

(ج) مدو جزرِ اسلام (د) مذکورہ تمام

50-مدو جزرِ اسلام مشہور ہوئی نام سے:

(الف)مسدس حالی (ب)مسدس غالب (ج)مسدس درد (د)مسدس مومن

جوابات:

1-ج	2-ب	3-ج	4-ج	5-ج
6-الف	7-ب	8-ب	9-الف	10-ب
11-ب	12-ج	13-الف	14-ج	15-ج
16-ج	17-ب	18-ب	19-ج	20-ج
21-ب	22-ج	23-د	24-ب	25-ب
26-ب	27-الف	28-ب	29-ب	30-ج
31-الف	32-ج	33-ج	34-ج	35-ج
36-الف	37-د	38-الف	39-ب	40-ب
41-الف	42-ب	43-ج	44-ج	45-الف
46-الف	47-الف	48-د	49-د	50-الف

3 ۔ کاہلی

سر سیّد احمد خان

خلاصہ

سر سیّد احمد خان برصغیر کے مسلمانوں کے محسن تھے۔ وہ ماہر تعلیم، محقق اور نثر نگار تھے۔ سبق کاہلی ان کا اصلاحی مضمون ہے جس میں قلبی اور ذہنی کاہلی کو سب سے بڑی کاہلی قرار دیا گیا ہے۔

کاہلی ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنی سمجھنے میں لوگ غلطی کرتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں سے محنت نہ کرنا کاہلی ہے لیکن دلی قویٰ کو بیکار چھوڑ دینا سب سے بڑی کاہلی ہے۔ ہاتھ پاؤں کی محنت، گزراوقات کرنے اور روٹی کما کر کھانے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ محنت مزدوری کرنے والے لوگ اور وہ لوگ جو کہ اپنی روزانہ محنت سے اپنی بسر اوقات کا سامان مہیا کرتے ہیں بہت کم کاہل ہوتے ہیں مگر جن لوگوں کو ان باتوں کی ضرورت نہیں ہے، وہ اپنے دلی قویٰ کو بے کار چھوڑ کر بڑے کاہل اور حیوان صفت ہو جاتے ہیں۔ ہزار پڑھے لکھوں میں سے شاید ایک کو ایسا موقع ملتا ہوگا کہ اپنی تعلیم اور اپنی عقل کو ضرورتاً کام میں لائے، لیکن اگر انسان ان عارضی ضرورتوں کا منتظر رہے اور اپنی دلی قویٰ کو کام میں نہ لائے تو وہ نہایت سخت کاہل اور وحشی ہو جاتا ہے۔ پس ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اندرونی قویٰ کو زندہ رکھنے کی کوشش میں رہے اور ان کو بے کار نہ چھوڑے۔ ایک ایسے شخص کی حالت کا تصور کرو جس کی آمدنی اس کے اخراجات کو مناسب ہو اور اس کے حصول میں اسے مشقت نہ کرنی پڑے۔ جیسا کہ ہمارے ہندوستان میں ملکیوں اور لاخراج داروں کا حال تھا۔ وہ اپنے دلی قویٰ کو بھی بیکار ڈال دے تو اس کا کیا حال ہوگا۔ یہی ہوگا کہ اس کے عام شوق وحشیانہ باتوں کی طرف مائل ہوتے جائیں گے۔ یہی سب باتیں اس کے وحشی بھائیوں میں بھی ہوتی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ بدسلیقہ وحشی ہوتے ہیں اور یہ ایک وضع دار وحشی ہوتا ہے۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ ہندوستان میں ہندوستانیوں کے لیے ایسے کام بہت کم ہے، جہاں ان کو قوائے دلی اور قوت عقلی کو کام میں لانے کا موقع ملے۔ اگر انگریزوں میں بھی کوشش اور محنت کی ضرورت اور اس کا شوق نہ رہے جیسا کہ اب ہے تو وہ بھی بہت جلد وحشت پنے کی حالت کو پہنچ جائیں گے۔ ہمارے ملک میں جو ہمیں اپنے قوائے دلی اور قوت عقلی کو کام میں لانے کا موقع نہیں مل رہا ہے اس کا بھی یہی سبب ہے کہ ہم نے کاہلی اختیار کی ہے۔

مختصر یہ کہ کسی شخص کے دل کو بیکار نہیں رہنا چاہیے۔ بلکہ کسی نہ کسی بات کی فکر و کوشش میں مصروف ہونا ضروری ہے۔ تاکہ ہم کو اپنی تمام ضروریات کے انجام کرنے کا خیال اور مستعدی رہے۔ جب تک ہماری قوم سے کاہلی یعنی دل کو بیکار پڑا رکھنا نہ چھوٹے گا، اس وقت تک ہم کو اپنی قوم کی بہتری کی توقع کچھ نہیں۔

مشق

سوال 1: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

(الف) دلی قویٰ کو بے کار چھوڑ دینے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: دلی قویٰ کو بے کار چھوڑ دینے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی فکر، ذہانت اور عقل کو کام میں نہ لائے اور زندگی میں انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے کوئی عملی و تعمیری کام سرانجام نہ دے۔

(ب) انسان کب سخت کاہل اور وحشی ہو جاتا ہے؟

جواب: انسان جب دل کے قویٰ کو بے کار چھوڑ دیتا ہے تو وہ سخت کاہل اور وحشی ہو جاتا ہے۔

(ج) کسی نہ کسی بات کی فکر و کوشش میں مصروف رہنا کیوں لازم ہے؟

جواب: کسی نہ کسی بات کی فکر و کوشش میں مصروف رہنا اس لئے لازم ہے تاکہ انسان سست اور کاہل نہ ہو۔

(د) قوم کی بہتری کیسے ممکن ہے؟

جواب: قوم کی بہتری اس وقت ممکن ہے جب ہم کسی نہ کسی بات کی فکر و کوشش میں مصروف رہیں۔ سستی اور کاہلی کو چھوڑ دیں اور اپنے دلی قویٰ کو کام میں لائیں۔

سوال 2: سبق کاہلی کے متن کو مد نظر رکھ کر درست جوابات کی نشاندہی کریں۔

(الف) روٹی پیدا کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے۔

(الف) آرام (ب) ✓ محنت (ج) سفارش (د) خوشامد

(ب) لوگ بہت کم کاہل ہوتے ہیں۔

(الف) بے فکر رہنے والے (ب) خوش گپیاں کرنے والے (ج) ✓ روزانہ محنت کرنے والے (د) خود میں مگن رہنے والے

(ج) ہر ایک انسان پر لازم ہے۔

(الف) اپنے بارے میں سوچے (ب) مزے دار کھانے کھائے (ج) حقے کے دھوئیں اڑائے (د) ✓ اپنے اندرونی قویٰ کو زندہ رکھے

(د) قوم کی بہتری کی توقع کی جا سکتی ہے۔

(الف) ✓ کاہلی چھوڑ کر (ب) فکر مندی چھوڑ کر (ج) خوش و خرم رہ کر (د) پریشان رہ کر

سوال 3: موزوں الفاظ سے خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے میں سستی کرنا--------ہے۔ (نیند، ✓ کاہلی، بے کاری، بے عملی)

(ب) جب اس کے دلی قویٰ کی تحریک سست ہو جاتی ہے اور کام میں نہیں لائی جاتی تو وہ اپنی--------میں پڑ جاتا ہے۔ (انسانی خصلت، ✓ حیوانی خصلت، حیوانی جبلت، انسانی کمزوری)

(ج) ہمارے ملک میں، جو ہم کو اپنے قوائے دلی اور قوتِ عقلی کو کام میں لانے کا موقع نہیں رہا ہے، اس کا بھی سبب یہی ہے کہ ہم نے --------اختیار کی ہے۔ (✓ کاہلی، بے راہ روی، قمار بازی، تماش بینی)

(د) کسی شخص کے دل کو -------پڑا رہنا نہ چاہیے۔ (مصروف، فکر مند، ✓ **بے کار**، غم زدہ)

سوال 4: درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے۔

جوابات:

لفظ	متضاد
کاہلی	مستعدی
عقل	بے عقل
عارضی	دائمی
وحشی	مہذب
شک	یقین
مصروف	فارغ

سوال 5: درج ذیل بیانات میں سے درست اور غلط کی نشاندہی کریں۔

(الف) دلی قویٰ کو بے کار چھوڑ دینا سب سے بڑی کاہلی ہے۔ ✓

(ب) ہاتھ پاؤں کی محنت، اوقات بسر کرنے اور روٹی کما کر کھانے کے لئے ضروری نہیں۔ ✗

(ج) یہ سچ نہیں ہے کہ لوگ پڑھتے ہیں اور پڑھنے میں ترقی بھی کرتے ہیں۔ ✗

(د) کاہلی ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنی سمجھنے میں لوگ غلطی کرتے ہیں۔ ✓

سوال 6: اعراب لگا کر درست تلفظ واضح کریں۔

جوابات:

رَفَع	طَبیعَت	کاہِل
	تحرِیک	قُویٰ

کثیر الانتخابی سوالات

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1-سر سید احمد خان کے بقول لوگ معنی سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں:

(الف)خوشامد کے (ب)شہرت کے (ج)کاہلی کے (د)چستی کے

2-دلی قویٰ کو بے کار چھوڑ دینا سب سے بڑی ہے:

(الف)خوبی (ب)عزت (ج)شہرت (د)کاہلی

3-اوقات بسر کرنے اور روٹی کما کر کھانے کے لئے ضروری ہے:

(الف)دن رات کی محنت (ب)ہاتھ پاؤں کی محنت (ج)زندگی کی محنت (د)ذہن کی محنت

4-بہت کم کاہل ہوتے ہیں:

(الف)امیر لوگ (ب)غریب لوگ (ج)محنت مزدوری کرنے والے لوگ (د)پاگل لوگ

5-یہ سچ ہے کہ لوگ پڑھتے ہیں اور پڑھنے میں کرتے ہیں:

(الف)ترقی (ب)پی ایچ ڈی (ج)سستی (د)محنت

6-ہزار پڑھے لکھوں میں سے شاید ایک کو ایسا موقع ملتا ہوگا کہ اپنی تعلیم کو اور اپنی عقل کو کام میں لاوے:

(الف)عادتاً (ب)ارادتاً (ج)رعایتاً (د)ضرورتاً

7-اگر انسان عارضی ضرورتوں کا منتظر رہے اور اپنے دلی قویٰ کو بے کار ڈال دے تو وہ نہایت سخت کاہل اور ہو جاتا ہے:

(الف)سست (ب)وحشی (ج)ذہین (د)بیکار

8-انسان بھی مثل اور حیوانوں کے ایک ہے:

(الف)حیوان (ب)انسان (ج)فرشتہ (د)مجبور

9-جب انسان کے دلی قویٰ کی تحریک سست ہو جاتی ہے تو وہ پڑ جاتا ہے:

(الف)بری خصلت میں (ب)برائی میں (ج)بری عادت میں (د)حیوانی خصلت میں

10-پس ہر ایک انسان پر لازم ہے کہ وہ زندہ رکھنے کی کوشش میں رہے:

(الف)ظاہر کو (ب)باطن کو (ج)اندرونی قویٰ کو (د)جذبات کو

11-ایک ایسے شخص کی حالت کو خیال کرو، جس کی آمدنی، اس کے اخراجات کو:

(الف)پورا کرے (ب)مناسب ہو (ج)کم ہو (د)زیادہ ہو

12-عام شوق وحشیانہ باتوں کی طرف ہوتے جاویں گے:

(الف)مائل (ب)کم (ج)زیادہ (د)تھوڑے

13-ہم قبول کرتے ہیں کہ ہندوستان میں ہندوستانیوں کے لیے ایسے کام بہت کم ہیں جن میں ان کو کام میں لانے کا موقع ملے:

(الف)جذبات کو (ب)سوچ کو (ج)احساسات کو (د)قوائے دلی اور قوت عقلی کو

14-ہم نے کاہلی اختیار کی ہے یعنی اپنے دل قویٰ کو چھوڑ دیا ہے:

(الف)فالتو (ب)بیکار (ج)تنہا (د)الگ تھلگ

15-اگر ہم کو قوائے قلبی اور قوت عقلی کے کام میں لانے کا موقع نہیں تو ہمیں اس کی چاہیے:

(الف)رپورٹ (ب)کہانی (ج)تفصیل (د)فکراور کوشش

16-کسی شخص کے دل کو پڑا نہیں رہنا چاہیے:

(الف)بیکار (ب)فالتو (ج)خاموش (د)مجبور

17-کسی نہ کسی بات کی فکر و کوشش میں رہنا لازم ہے:

(الف)فارغ (ب)مصروف (ج)محو (د)منہمک

18-جب تک ہماری قوم سے کاہلی یعنی دل کو بیکار پڑا رکھنا نہ چھوٹے گا اس وقت تک ہم کو اپنی قوم کی بہتری کی کچھ نہیں:

(الف)توقع (ب)امید (ج)خواہش (د)ضرورت

19-سرسید احمد خان کے مورثِ اعلیٰ کس بادشاہ کے عہد میں ہندوستان آئے؟

(الف)اکبر (ب)شاہ جہاں (ج)بہادر شاہ ظفر (د)اورنگزیب

20-سرسید نے علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھی:

(الف)1870 (ب)1872 (ج)1875 (د)1970ء

21-سرسید کی قائم کردہ سائنٹیفک سوسائٹی کا مقصد تھا:

(الف)سائنسی مضامین پڑھانا (ب)انگریزی سے اردو ترجمہ (ج)مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ (د)آزادی کا حصول

22-سرسید نے 1870ء میں علمی و ادبی رسالہ جاری کیا:

(الف)ندوۃ العلماء (ب)اسباب بغاوت ہند (ج)تہذیب الاخلاق (د)ہمدرد

23-سرسید احمد خان کی تاریخ پیدائش ہے:

(الف)1812 (ب)1817 (ج)1872 (د)1890

24-سرسید احمد خان کی تاریخ وفات ہے:

(الف)1890 (ب)1892 (ج)1893 (د)1898

25-"آثار الصنادید" تحریر ہے:

(الف)غلام عباس کی (ب)نعیم صدیقی کی (ج)سرسید احمد خان کی (د)چوہدری افضل حق کی

26-سبق "کاہلی" کے مصنف ہیں:

(الف)پطرس بخاری (ب)شفیق الرحمٰن (ج)کرنل محمد خان (د)سرسید احمد خان

27-سبق "کاہلی" مقالات سرسید کا حصہ ہے:

(الف)حصہ اول (ب)حصہ دوم (ج)حصہ چہارم (د)حصہ پنجم

28-سرسید کے نزدیک سب سے بڑی کاہلی ہے:

(الف)سستی (ب)کام نہ کرنا (ج)محنت نہ کرنا (د)دلی قویٰ کو بے کار چھوڑ دینا

29-سرسید کے نزدیک محنت کرنے والے لوگ بہت کم ہوتے ہیں:

(الف) عقلمند (ب) بے وقوف (ج) کاہل (د) کام چور

30-دلی قویٰ کو بے کار چھوڑنے والا ہو جاتا ہے:

(الف) جانور (ب) حیوان (ج) کاہل (د) کاہل اور حیوان صفت

31-اپنی تعلیم کو اور اپنی عقل کو ضرورتاً کام میں لانے کا موقع ملتا ہے:

(الف) سو میں ایک کو (ب) ہزاروں میں ایک کو (ج) لاکھوں میں ایک کو (د) کسی کو نہیں

32-یہ انسان پر لازم ہے کہ وہ زندہ رکھے:

(الف) خواہشات کو (ب) خیالات کو (ج) اندرونی قویٰ کو (د) آرزوؤں کو

33-ہندوستان میں محنت نہیں کرنا پڑتی:

(الف) انگریزوں کو (ب) ہندوؤں کو (ج) مسلمانوں کو (د) ملکیوں اور لاخراج داروں کو

34-دلی قویٰ کو بیکار چھوڑ دینے والے مائل ہو جاتے ہیں:

(الف) کاہلی کی طرف (ب) دولت کی طرف (ج) شہرت کی طرف (د) وحشیانہ باتوں کی طرف

35-قمار بازی کہتے ہیں:

(الف) نشہ کرنے کو (ب) موسیقی سننے کو (ج) جوا کھیلنے کو (د) محنت نہ کرنے کو

36-قوائے دلی اور قوت عقلی کو کام میں لانے کے زیادہ مواقع نہیں ہیں:

(الف) ہندوستان میں (ب) انگلستان میں (ج) جرمنی میں (د) ہر جگہ

37-سر سید کے مطابق مسلمانوں نے اختیار کیا ہے:

(الف) مذہبی تعلیمات کو (ب) کاہلی کو (ج) فضول رسومات کو (د) انگریزی تہذیب کو

38-سر سید کے مطابق کسی دل کو نہیں رہنا چاہیے:

(الف) بے کار (ب) افسردہ (ج) خوش (د) غمزدہ

39-سر سید کے مطابق لازم ہے:

(الف) آزادی (ب) پیروی (ج) اتباع (د) کسی نہ کسی کوشش میں مصروف رہنا

40- ہم کو اپنی تمام ضروریات کے انجام کرنے کی رہے:

(الف) فکر (ب) مستعدی (ج) فکر اور مستعدی (د) خواہش

41-سر سید کے نزدیک اس وقت تک قوم کی بہتری کی توقع نہیں ہے جب تک:

(الف) تعلیم نہ ہو (ب) روشن خیالی نہ ہو (ج) کاہلی ختم نہ ہو (د) اتحاد نہ ہو

42-کسی مقررہ موضوع پر اپنے خیالات، جذبات اور تاثرات کا تحریری اظہار کہلاتا ہے:

(الف) افسانہ (ب) ناول (ج) مضمون (د) ڈراما

43-"تبیین الکلام" کے مصنف ہیں:

(الف) مولانا آزاد (ب) مولانا حالی (ج) مولانا شبلی نعمانی (د) سر سید احمد خان

44-سید ایک بڑے مصلح اور معمار قوم ہونے کے علاوہ اعلیٰ درجہ کے تھے:

(الف)شاعر　　(ب)افسانہ نگار　　(ج)حکیم　　(د)مصنف

45-اردو مضامین کی صنف کو رواج دیا:

(الف)سلیمان ندوی نے　　(ب)شبلی نعمانی نے　　(ج)مولانا محمد علی جوہر نے　　(د)سرسید احمد خان نے

46-سرسید احمد خان نے سبق "کاہلی" میں دلی قویٰ کو مصروف رکھنے سے مراد لی ہے:

(الف)اپنی ذہانتوں کو بروئے کار لاکر عمل کرنا　　(ب)سوچنا

(ج)خاموشی سے زندگی بسر کرنا　　(د)کسی کے کام میں مداخلت نہ کرنا

جوابات:

1-ج	2-د	3-ب	4-ج	5-الف
6-د	7-ب	8-الف	9-د	10-ج
11-ب	12-الف	13-د	14-ب	15-د
16-الف	17-ب	18-الف	19-ب	20-ج
21-ب	22-ج	23-ب	24-د	25-ج
26-د	27-د	28-د	29-ج	30-د
31-ب	32-ج	33-د	34-د	35-ج
36-الف	37-ب	38-الف	39-د	40-ج
41-ج	42-ج	43-د	44-د	45-د
46-الف				

4 - شاعروں کے لطیفے

مولانا محمد حسین آزاد

خلاصہ

مولانا محمد حسین آزاد صاحب طرز نثر نگار اور شاعر تھے۔ سبق شاعروں کے لطیفے ان کی کتاب آب حیات سے لیا گیا ہے میں شاعروں کی شاعرانہ اور نجی زندگی کے تذکرے پیش کئے گئے ہیں۔

1-ایک دن لکھنؤ میں میرؔ اور مرزاؔ کے کلام پر دو شخصوں میں تکرار نے طول کھینچا دونوں خواجہ باسط کے مرید تھے۔ اُن کے پاس گئے اور عرض کی آپ فرمائیں۔ انہوں نے کہا کہ دونوں صاحب کمال ہیں مگر فرق اتنا ہے کہ میر صاحب کا کلام "آہ" ہے اور مرزا صاحب کا کلام "واہ" ہے۔

2-ایک دن مرزا سوداؔ مشاعرے میں بیٹھے تھے ایک شریف زادہ جس کی عمر 12 سے 13 برس تھی اس نے غزل پڑھی تو سوداؔ چونک پڑے اور کہا میاں لڑکے آپ جوان ہوتے نظر نہیں آتے۔ خدا کی قدرت انہی دنوں میں لڑکا جل کر مر گیا۔

3-انشاءاللہ خان ایک دن جرأت سے ملنے آئے وہ کچھ سوچ رہے تھے انشاء نے پوچھا کیا خیال کرتے ہو جرأت نے کہا ایک مصرع خیال میں آیا ہے خوب مصرع ہے چاہتا ہوں کہ مطلع ہو جائے لیکن تمہیں نہ بتاؤں گا۔ بہت اصرار پر جب انہوں نے مصرع سنایا تو اس کے دوسرے مصرع کو انشاء نے مزاحیہ رنگ دے دیا۔ جس پر جرأت ہنس پڑے اور لکڑی لے کر ان کے پیچھے دوڑے۔ جرات نابینا تھے۔

4-ایک مشاعرے میں شیخ امام بخش ناسخ جب پہنچے تو جلسہ ختم ہو چکا تھا۔ چند شعراء ابھی باقی تھے۔ جب شیخ صاحب نے مطلع پڑھا تو اس میں امام کا ذکر تھا اور چونکہ ان کا نام بھی امام بخش تھا اس لیے تمام اہل جلسہ نے نہایت تعریف کی۔

5-حیدر علی آتش کا ایک شاگرد بے روزگاری سے تنگ آ کر بنارس جانا چاہتا تھا جب وہ ان سے ملنے کے لیے آیا اور کہا کہ کچھ فرمائش ہو تو فرما دیجئے۔ آپ ہنس کر بولے اتنا کام کرنا کہ وہاں کے خدا کو ذرا ہمارا اسلام کر دینا۔ وہ حیران ہو کر بولے وہاں کا خدا کیا جدا ہے۔ خواجہ صاحب بولے کہ اگر یہاں وہاں کا خدا ایک ہے تو اس سے یہاں بھی مانگو وہ ضرور دے گا یہ سن کر ان کے شاگرد نے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

6-ایک دن معمولی دربار تھا۔ ابراہیم ذوق بھی حاضر تھے۔ ایک مرشد زادہ ایک مرشد زادی کی طرف سے ایک عرض لے کر آیا اور بادشاہ سے کچھ کہہ کر رخصت ہو گیا۔ حکیم احسن اللہ خان نے کچھ پوچھا تو صاحب عالم نے کہا کہ اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے۔

7-مرزا غالب کی قاطع برہان بہت مشہور ہوئی بہت لوگوں نے تنقید بھی کی ہے کسی نے کہا کہ حضرت آپ نے فلاں شخص کی کتاب کا جواب نہ لکھا۔ آپ نے فرمایا "بھائی اگر کوئی گدھا تمہیں لات مارے تو تم اس کا کیا جواب دو گے"۔

مشق

سوال 1: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

(الف) خواجہ باسط نے میر اور مرزا کے کلام کے بارے میں کیا فرمایا؟

جواب: انہوں نے کہا کہ دونوں صاحب کمال ہیں مگر فرق صرف اتنا ہے کہ میر صاحب کا کلام "آہ" اور مرزا صاحب کا کلام "واہ" ہے۔

(ب) شریف زادے کی غزل سن کر سودا نے کیا کہا؟

جواب: سودا نے تعریف کی اور کہا میاں لڑکے! جوان ہوتے نظر نہیں آتے۔

(ج) سید انشاء کے اسرار پر جرات نے کون سا مصرع پڑھا؟

جواب: جُرات نے کہا "اس زلف پہ پھبتی شب دیجور کی سوجھی"۔

(د) خواجہ صاحب اپنے اُس شاگرد سے کیا کہا کرتے تھے، جو اکثر بے روزگاری کی شکایت سے سفر کا ارادہ کیا کرتا تھا؟

جواب: حیدر علی آتش اپنی آزاد مزاجی سے کہا کرتے تھے کہ میاں کہاں جاؤ گے ؟ دو گھڑی مل بیٹھنے کو غنیمت سمجھو اور جو خدا دیتا ہے، اس پر صبر کرو۔

(ہ) صاحب عالم کی زبان سے اس وقت کیا نکلا جب حکیم احسن اللہ خاں نے جلدی سے اُن کے آنے اور جانے پر اظہار تعجب کیا؟

جواب: صاحب عالم کی زبان سے اس وقت نکلا کہ اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے۔

سوال 2: درج ذیل بیانات میں سے درست اور غلط کی نشاندہی کریں۔

(الف) شعر تو میر کا ہے مگر داد خواہی اُن کی دادا کی معلوم ہوتی ہے۔ ✓

(ب) سودا نے بہت تعریف کی اور کہا کہ میاں لڑکے بہت طویل عمر پاؤ گے۔ ✗

(ج) جرات ہنس پڑے اور اپنی لکڑی اُٹھا کر مارنے کو دوڑے۔ ✓

(د) چونکہ نام بھی امام بخش تھا، اس لئے تمام اہل جلسہ خاموش رہے۔ ✗

(ہ) بھائی! اگر کوئی گدھا تمھارے لات مارے تو تم اس کا کیا جواب دو گے۔ ✓

سوال 3: سبق کے متن کو مدِ نظر رکھ کر درست جوابات کی نشاندہی کریں۔

(الف) میر اور مرزا کے کلام پر تکرار کرنے والے کس کے مرید تھے؟

(الف) خواجہ میر درد کے (ب) مرزا غالب کے (ج) ابراہیم ذوق کے (د) ✓ خواجہ باسط کے

(ب) انشاء اللہ خاں ایک دن کس کی ملاقات کو آئے؟

(الف) غالب کی (ب) میر درد کی (ج) ✓ جرات کی (د) مصحفی کی

(ج) یہ مصرع "اس زلف پہ پھبتی شب دیجور کی سوجھی" کس شاعر کا ہے؟

(الف) انشا کا (ب) ✓ جرات کا (ج) درد کا (د) میر کا

(د) "قاطع برہان" کے مصنف کون ہیں؟

(الف)ذوقؔ (ب)مومنؔ (ج)✓غالبؔ (د)سوداؔ

سوال 4: متن کو مد نظر رکھتے ہوئے مناسب لفظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) ایک دن لکھنؤ میں ------- کے کلام پر دو شخصوں نے تکرار میں طول کھینچا۔ (میر اور مرزا)

(ب) میر صاحب کا کلام ------ ہے، مرزا صاحب کا کلام ------ ہے۔ (آہ، واہ)

(ج) گرمی کلام پر -------- بھی چونک پڑے۔ (سودا)

(د) ---------- نے کہا کہ ایک مصرع خیال میں آیا ہے۔ (جرآت)

(ہ) جرات ہنس پڑے اور ------- اُٹھا کر مارنے کو دوڑے۔ (لکڑی)

(و) ------- کو -------- میں بہت دُور کی سوجھی۔ (اندھے، اندھیرے)

(ز) چونکہ نام بھی -------- تھا اس لئے تمام اہل جلسہ نے نہایت تعریف کی۔ (امام بخش)

(ح) ایک شاگرد اکثر ------ کی شکایت سے سفر کا ارادہ ظاہر کرتے تھے۔ (بے روزگاری)

(ط) ایک دن معمولی دربار تھا -------- بھی حاضر تھے۔ (ابراہیم ذوق)

(ی) انہوں نے -------- بادشاہ سے کچھ کہا اور رخصت ہوئے۔ (آہستہ آہستہ)

سوال 5: الفاظ کے متضاد لکھیں۔

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
کمال	زوال	طرف دار	مخالف
گرمی	سردی	مطلع	مقطع
خاص	عام	بے روزگاری	روزگار

سوال 6: مذکر اور مونث الفاظ الگ الگ کریں۔

جوابات:

مذکر: کلام، طول، شور، چراغ، مصرع، مزاج

مونث: تکرار، آہ، قیامت، تعریف، قدرت، زلف، تسبیح، شکایت

سوال 7: مندرجہ ذیل پر اعراب لگائیں۔

کمال، مطلع، چراغ، اشتیاق، غنیمت

جوابات:

کَمال

مطلَع

چراغ

اِشتیاق

غَنیمَت

سوال9: واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیے۔

جوابات:

واحد	جمع	جمع	واحد
کمال	کمالات	بیگمات	بیگم
شعر	اشعار	خدام	خادم
مشاعرہ	مشاعرے		
شخص	اشخاص		

سوال10: کالم (الف) میں دیئے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

کالم(الف)	کالم(ب)	کالم(ج)
آہ	ٹک	واہ
پھپھولے	سودا	دل
ذرا	انشا	ٹک
مرزا	واہ	سودا
جرات	دل	انشا

کثیر الانتخابی سوالات

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1- ایک دن لکھنؤ میں میرؔ اور مرزا کے کلام پر کتنے شخصوں نے تکرار کی:

(الف) ایک (ب) دو (ج) تین (د) چار

2- محمد حسین آزاد کون سے معروف عالم دین اور صحافی کے بیٹے تھے؟

(الف) مولوی محمد علی (ب) مولوی محمد اختر (ج) مولوی محمد باقر (د) مولوی محمد عیسیٰ

3- ایک دن سوداؔ کہاں بیٹھے ہوئے تھے؟

(الف)مشاعرے میں (ب) محفل میں (ج)گھر میں (د)ہوٹل میں

4-مشاعرے میں بیٹھے ہوئے ایک شریف زادے کی عمر تھی:

(الف)12-13 برس (ب)14-15 برس (ج)16-17 برس (د)8-9 برس

5-مشاعرے میں بیٹھے سوداؔ کیوں چونک پڑے؟

(الف) گرمی کلام پر (ب) سرد کلام پر (ج)افسردہ کلام پر (د)مزاحیہ کلام پر

6-لڑکے کی موت کس طرح واقع ہوئی؟

(الف)جل کر (ب) طبعی موت (ج)حادثے سے (د) قتل ہو کر

7-ایک دن انشاءاللہ کس کی ملاقات کو آئے؟

(الف)جرأتؔ کی (ب)سوداؔ کی (ج)میرؔ کی (د)غالبؔ کی

8-جرأتؔ کو خیال میں کیا آیا؟

(الف)خواب (ب)فکر (ج)مصرع (د) مضمون

9-سید انشا نے کس بات پر اصرار کیا؟

(الف)مصرع سنانے پر (ب)گانا سنانے پر (ج)نعت سنانے پر (د)مرثیہ سنانے پر

10-جرأتؔ سید انشا کو کیا اُٹھا کر مارنے کو دوڑے؟

(الف)لکڑی (ب)ڈنڈا (ج) تلوار (د)نیزہ

11-شیخ امام بخش ناسخؔ جب جلسہ میں پہنچے تو جلسہ کیا ہو چکا تھا؟

(الف)افسردہ (ب) غمگین (ج)ختم (د)شروع نہیں ہوا تھا

12- خواجہ صاحب کا شاگرد اکثر کس چیز کی شکایت کرتا تھا؟

(الف)بیماری کی (ب)دوستوں کی (ج)رشتہ داروں کے (د)بے روزگاری کی

13-خواجہ آتشؔ کا شاگرد کہاں روانہ ہو رہا تھا؟

(الف)بنارس (ب)بغداد (ج)حیدر آباد (د)لکھنؤ

14-خواجہ آتشؔ کے شاگرد نے سفر کا ارادہ کر دیا:

(الف)ضروری (ب)لازمی (ج)موقوف (د)التواء

15-دربار میں مرشد زادہ کس کی طرف سے عرض لے کر آئے؟

(الف)مرشد زادی (ب)ملکہ (ج)شہزادی (د)کنیز

16-قاطع برہان کے مصنف کون ہیں؟

(الف)ذوقؔ (ب)مومنؔ (ج)غالبؔ (د)سوداؔ

17-ایک دن معمولی دربار تھا اور کون حاضر تھے؟

(الف)ابراہیم ذوقؔ (ب)مومنؔ (ج)غالبؔ (د)سوداؔ

18-سبق "شاعروں کے لطیفے" کے مصنف کا نام ہے:

(الف)مولانا محمد حسین آزادؔ (ب)غلام عباس (ج)ڈاکٹر اسلم فرخی (د)الطاف حسین حالیؔ

19-مولانا محمد حسین آزادؔ کا سن ولادت ہے:

(الف)1930ء (ب)1835ء (ج)1840ء (د)1845ء

20-مولانا محمد حسین آزادؔ کا سن وفات ہے:

(الف)1920ء (ب)1930ء (ج)1910ء (د)1940ء

21-مولانا محمد حسین آزادؔ کہاں پیدا ہوئے؟

(الف)دلی میں (ب)پانی پت میں (ج)لکھنؤ میں (د)حیدر آباد

22-مولانا محمد حسین آزادؔ کتنے روپے ماہوار پر محکمہ تعلیم میں ملازم ہوئے:

(الف)پندرہ روپے (ب)بیس روپے (ج)دس روپے (د)پچاس روپے

23-محمد حسین آزادؔ کے والد انگریزوں کے ہاتھوں کب مارے گئے؟

(الف)1857ء میں (ب)1858ء میں (ج)1859ء میں (د)1860ء میں

24-لاہور میں محمد حسین آزادؔ لیکچرار اور سیکرٹری رہے؟

(الف)انجمن ترقی اردو (ب)انجمن حمایت اسلام (ج)انجمن پنجاب (د)انجمن سندھ

25-گورنمنٹ کالج لاہور میں محمد حسین آزادؔ پروفیسر رہے:

(الف)انگریزی کے (ب)فارسی کے (ج)اردو کے (د)عربی و فارسی کے

26-محمد حسین آزادؔ کو 1888ء میں مرض شروع ہوا:

(الف)کینسر (ب)دماغی مرض (ج)معدے کا مرض (د)بلڈ پریشر

27-آزادؔ کی تصانیف میں آب حیات، نیرنگ خیال، قصص ہند اور سخندان فارس کے علاوہ ہے:

(الف)دربار اصغری (ب)دربار اکبری (ج)دربار ماعظمت (د)دربار انیسہ

28-کس نے سودا کو میر پر ترجیح دی؟

(الف)ذوق نے (ب)غالب نے (ج)مومن نے (د)شیفتہ نے

جوابات:

1-ب	2-ج	3-الف	4-الف	5-الف
6-الف	7-الف	8-ج	9-الف	10-الف
11-ج	12-د	13-الف	14-ج	15-الف
16-ج	17-الف	18-الف	19-الف	20-ج
21-الف	22-الف	23-الف	24-ج	25-د
26-ب	27-ب	28-الف		

5 ۔ نصوح اور سلیم کی گفتگو

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی

خلاصہ

ڈپٹی نذیر احمد کا شمار اُردو کے ارکان خمسہ میں ہوتا ہے۔ وہ اُردو کے پہلے ناول نگار تھے۔ توبۃ النصوح ان کا ایک مشہور ناول ہے۔ سبق "نصوح اور سلیم کی گفتگو" اسی ناول سے لیا گیا ہے۔

ہیضے کی بیماری میں مبتلا نصوح نے جب خواب میں عاقبت کا دل دہلا دینے والا منظر دیکھا تو ہڑ بڑا اٹھا اور گزشتہ زندگی کی تلافی کا عہد کرنے لگا۔ اس نے اپنے بیٹے سلیم کو بالا خانے پر بلا لیا۔ سلیم ابھی سو کر اٹھا نہیں تھا مگر طلبی کی خبر سن کر فوراً جاگ اٹھا اور ماں سے اس بارے میں بے چینی سے پوچھنے لگا۔ ماں سے ساتھ چلنے کو کہا تو اس نے انکار کر دیا۔ مگر ہدایت کی کہ ابا جو کچھ پوچھیں اس کا جواب معقول انداز میں دینا۔ ابا جان نے مدرسے جانے کے بارے میں پوچھا تو جواب ملا کہ بس جاتا ہوں، ابا نے پھر پوچھا کہ بھائی کے ساتھ جاتے ہو؟ سلیم نے جواب دیا کہ جی ہاں کبھی بھائی کے ساتھ اور کبھی اکیلا جاتا ہوں، سلیم نے بڑے بھائی کے بارے میں بتایا کہ وہ ہر وقت شطرنج اور گنجفہ رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے پڑھا نہیں جاتا۔ جب ابا جان نے پوچھا کہ شطرنج کھیلتے ہو تو جواب ملا کہ بس مہرے پہچانتا ہوں اور چالیں جانتا ہوں مگر زیادہ دنوں تک دیکھتے دیکھتے تم بھی کھیلنے لگو گے یہ کہنا تھا نصوح کا۔ سلیم نے کہا کہ شطرنج میں میرا جی نہیں لگتا ہے۔ سبب پوچھنے پر جواب دیا کہ مجھے پسند نہیں ہے، ابا جان فرماتے ہیں کہ تم گنجفہ کھیلا کرو وہ آسان ہے، کیونکہ شطرنج میں طبیعت پر زیادہ زور پڑتا ہے۔ سلیم کہتا ہے کہ مجھے کھیلوں سے نفرت ہے مگر ابا حیرانی کے عالم میں پوچھتے ہیں کہ میں نے خود تم کو کھیلتے دیکھا ہے۔ جواب ملا کہ پہلے مجھ کو دلچسپی تھی مگر اب نفرت۔۔۔! آخر سبب کیا ہے؟

سلیم جواب دیتا ہے کہ آپ نے وہ چار گورے لڑکے تو دیکھے ہوں گے، ہاں بیٹا! مگر ہوا کیا؟ سلیم کہتا ہے کہ وہ نہایت شریف لڑکے ہیں، کوئی بڑا مل جائے تو سلام کرتے ہیں، آپس میں کبھی نہیں لڑتے، گالی دیتے ہیں اور نہ جھوٹ بولتے ہیں، کبھی کسی کی شکایت نہیں کی۔ ڈیڑھ گھنٹے کی چھٹی ہو تو بچے کھیلتے ہیں مگر وہ نماز پڑھتے ہیں۔ منجھلا لڑکا میرا ہم جماعت ہے ایک دن میرا آموختہ یاد نہ تھا۔ مولوی صاحب ناخوش ہوئے اور اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کمبخت گھر سے گھر ملا ہے اسی کے پاس جا کر یاد کر لیا کر۔ میں نے اس سے پوچھا صاحب تم مجھے یاد کروا دو گے کیا؟ اس نے حامی بھر لی۔ اس کے بعد میں ان کے گھر گیا۔ ان کے گھر میں ایک بوڑھی عورت نماز پڑھ رہی تھی میں سیدھا دالان میں چلا گیا۔ جب حضرت بی (بوڑھی عورت) نماز پڑھ کر فارغ ہوئیں تو کہا بیٹا اگرچہ تم نے مجھے سلام نہیں کیا مگر دعا دینا میرا فرض ہے۔ شرم کے مارے میں زمین میں گڑ گیا، اور پھر ادب سے سلام کیا، انہوں نے مجھے مٹھائی دی اور میں مدتوں ان کے گھر جاتا رہا۔ وہ مجھ سے بڑا انس رکھتی تھیں۔ اس وقت سے میرا دل کھیل کی باتوں سے اکتا گیا۔ (توبۃ النصوح)

مشق

سوال 1: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں۔

(الف) بیدار نے سلیم کو جگا کر کیا پیغام دیا؟

جواب: بیدار نے سلیم کو پیغام دیا کہ صاحبزادے اٹھیے، بالاخانے پر میاں بلاتے ہیں۔

(ب) سلیم کی ماں نے سلیم کے ساتھ نصوح کے پاس جانے سے کیوں انکار کیا؟

جواب: سلیم کی ماں نے سلیم کے ساتھ نصوح کے پاس جانے سے اس لیے انکار کیا کہ اُس کی گود میں لڑکی سوتی تھی۔

(ج) سلیم اپنے بھائی کے ساتھ مدرسے کیوں نہیں جاتا تھا؟

جواب: سلیم اپنے بھائی کے ساتھ مدرسے اس لیے نہیں جاتا تھا کیونکہ اُس کا بھائی امتحان کی تیاری کے سلسلے میں کافی دیر پہلے اپنے دوست کے گھر چلا جاتا تھا۔

(د) سلیم نے چار لڑکوں کی کیا خوبیاں بیان کیں؟

جواب: سلیم نے چار لڑکوں کے بارے میں بتایا کہ آپس میں چاروں بھائی ہیں۔ نہ کبھی لڑتے، نہ جھگڑتے، نہ گالی بکتے، نہ قسم کھاتے، نہ جھوٹ بولتے اور نہ ہی کسی کو چھیڑتے یا آوازیں کستے ہیں۔

(ہ) حضرت بی کون تھیں اور انہوں نے سلیم کو کیا نصیحت کی؟

جواب: حضرت بی ان چاروں بھائیوں کی نانی اماں تھیں۔ انہوں نے سلیم کو نصیحت کی کہ بیٹا برا مت ماننا یہ بھلے مانسوں کا دستور ہے کہ اپنے سے جو بڑا ہوتا ہے اسے سلام کر لیا کرتے ہیں۔

سوال 2: مندرجہ ذیل محاورات کے معنی لکھیں اور انہیں جملوں میں استعمال کریں۔

جوابات:

محاورہ	معنی	جملے
جی لگنا	دل لگ جانا، محبت ہونا	سلیم کا شطرنج کھیلنے میں جی نہیں لگتا تھا۔
کانوں کان خبر نہ ہونا	بالکل خبر نہ ہونا	چور نے ایسے انداز سے دیوار پھلانگی کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔
آواز کسنا	طنز کرنا، بلند آواز سے پکارنا	آوارہ لڑکے ہمیشہ راہ چلتے لوگوں پر آوازیں کستے رہتے ہیں۔
زمین میں گڑ جانا	شرمندہ ہونا	سلیم کی جب چوری پکڑی گئی تو وہ مارے شرم کے زمین میں گڑ گیا۔
دل کھٹا ہونا	نفرت ہونا، کسی چیز سے دل اکتا جانا	جب سے کرکٹ میں میچ فکسنگ کا رجحان آیا ہے تب سے میرا دل کرکٹ سے کھٹا ہو گیا ہے۔

سوال 4: مندرجہ ذیل الفاظ کی جمع لکھیں۔

جوابات:

الفاظ	جمع	الفاظ	جمع
خبر	اخبار	کتاب	کتب
مدرسہ	مدارس	امتحان	امتحانات
مشکل	مشکلات		

سوال 5: مندرجہ ذیل الفاظ کا تلفظ اعراب کی مدد سے واضح کریں۔

صورت، تعجب، مسجد، عمر دراز، بسر و چشم

جوابات:

صُورَت

تَعَجُّب

مسجِد

عُمرِ دَراز

بَسَرّ و چشم

سوال 7: متن کو مد نظر رکھتے ہوئے خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) سلیم کی عمر اس وقت کچھ کم ------ کی تھی۔ (دس برس)

(ب) میں اوپر -------- لینے گئی تھی۔ (لوٹا)

(ج) صورت سے -------- تو نہیں معلوم ہوتا تھا۔ (کچھ غصہ)

(د) سلیم ڈرتا ڈرتا -------- گیا اور -------- کر کے الگ جا کھڑا ہوا۔ (اوپر، سلام)

(ہ) اگلے مہینے ---------- ہونے والا ہے۔ (امتحان)

(و) شاید مجھ کو عمر بھر بھی ------ کھیلنی نہ آئے گی۔ (شطرنج)

(ز) بڑے بھائی جان کے پاس ہر وقت -------- ہوا کرتا ہے۔ (گنجفہ اور شطرنج)

سوال 8: متن کو مد نظر رکھ کر درست جوابات کی نشاندہی کریں۔

(الف) سلیم کو کس نے آکر جگایا؟

(الف) نصوح نے (ب) ✓ بیدار نے (ج) ماں نے (د) حضرت بی نے

(ب) میاں اکیلے بیٹھے ہوئے کیا کر رہے تھے؟

(الف) شطرنج کھیل رہے تھے (ب) کھانا کھا رہے تھے (ج) ✓ کتاب پڑھ رہے تھے (د) لکھ رہے تھے

(ج) ماں کی گود میں کون سویا ہوا تھا؟

(الف) بلی (ب) سلیم (ج) ✓ لڑکی (د) بیدار

(د) سلیم ڈرتا ڈرتا کہاں گیا؟

(الف) مدرسے (ب) بازار (ج) مسجد (د) ✓ اوپر

(ہ) اکثر کون گھبرایا کرتا ہے؟

(الف) ✓ مبتدی (ب) چور (ج) جھوٹا (د) نالائق

(و) کھیل کے پیچھے کون دیوانہ بنا رہتا تھا؟

(الف) نصوح (ب) ✓ سلیم (ج) بیداد (د) منجھلا لڑکا

کثیر الانتخابی سوالات

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1-ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کی تاریخ پیدائش؟

(الف) 1831 (ب) 1838 (ج) 1839 (د) 1833

2-ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کی تاریخ وفات؟

(الف) 1918 (ب) 1914 (ج) 1912 (د) 1919

3-ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کی جائے پیدائش ہے؟

(الف) ضلع بجنور (ب) ضلع انجنور (ج) ضلع امرتسر (د) ضلع لاہور

4-ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے والد کا نام تھا؟

(الف) مولوی کرامت علی (ب) مولوی سعادت علی (ج) مولوی افکار علی (د) مولوی عالم

5-ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے ابتدائی تعلیم کس سے حاصل کی؟

(الف) نانا سے (ب) والد سے (ج) دادا سے (د) استاد سے

6-ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے دلی کے استاد کا نام؟

(الف) مولوی ناظم (ب) مولوی عبدالحق (ج) مولوی عبدالخالق (د) مولوی نادر

7-ڈپٹی نذیر احمد نے عملی زندگی کا آغاز کس ضلع سے کیا؟

(الف) گجرات سے (ب) دہلی سے (ج) لکھنؤ سے (د) امرتسر سے

8-ڈپٹی نذیر احمد نے کس کے ایماء پر انگریزی ملازمت چھوڑی؟

(الف) سر سالارِ جنگ (ب) سالار جنگ (ج) جنگ سالار (د) انگریز

9-ڈپٹی نذیر احمد نے سالارِ جنگ کے ایماء پر انگریزی ملازمت چھوڑی اور کس شہر میں ملازمت اختیار کی؟

(الف) امرتسر (ب) لکھنؤ (ج) کلکتہ (د) حیدر آباد دکن

10-حیدر آباد سے ملازمت چھوڑ کر ڈپٹی نذیر احمد کہاں آئے؟

(الف) بمبئی (ب) دلی (ج) امرتسر (د) لاہور

11-ڈپٹی نذیر احمد کے ناول کس طرز کے ہیں؟

(الف) تخلیقی (ب) معاشرتی (ج) معاشی (د) اصلاحی

12-چاشنی سے مراد؟

(الف) سلسلہ (ب) کڑواہٹ (ج) مٹھاس (د) جاذب

13-نذیر احمد کا شمار اردو کے ارکان میں ہوتا ہے؟

(الف)خمسہ (ب) چہارم (ج)اہم (د)بلند

14-نذیر احمد اردو کے ناول نگار ہیں؟

(الف)تیسرے (ب)دوسرے (ج)پہلے (د)چوتھے

15-چھوٹے بیٹے سلیم کو کس نے آکر جگایا؟

(الف)نوکر نے (ب)بیدارا نے (ج)ملازم نے (د)استاد نے

16-سلیم کی عمر تھی؟

(الف)چھ برس (ب)نو برس (ج)دس برس (د)چار برس

17-معقول سے مراد؟

(الف)عالم (ب)کم عقل (ج)برا (د)مناسب

18-شطرنج سے زور پڑتا ہے؟

(الف)طبیعت پر (ب) نظروں پر (ج) آنکھوں پر (د)دماغ پر

19-گنجفہ سے زور پڑتا ہے؟

(الف) نظر پر (ب) عقل پر (ج) حافظے پر (د)دل پر

20-تعجب سے مراد؟

(الف)حیرت (ب)الفت (ج)چاہت (د)نفرت

21-ایک گھنٹے کی چھٹی کب ہوا کرتی ہے؟

(الف)چار بجے (ب) تین بجے (ج)دو بجے (د)ڈیڑھ بجے

22-ڈیڑھ بجے چھٹی ہوا کرتی تھی؟

(الف)ایک گھنٹے کی (ب)دو گھنٹے کی (ج) تین گھنٹے کی (د)چار گھنٹے کی

23-بوڑھی سی عورت کیا کر رہی تھی؟

(الف) کھیل رہی تھیں (ب)سو رہی تھیں (ج) نماز پڑھ رہی تھیں (د) بات کر رہی تھیں

24-لوگ بوڑھی عورت کو کیا کہتے ہیں؟

(الف)بی بی (ب)بی بی جی (ج)حضرت بی بی (د)حضرت بی

25-دالان سے مراد؟

(الف)بڑا کمرہ (ب) باغ (ج)دیوار (د)چھت

26-اس محلے میں رہتے ہیں مگر کانوں کان خبر نہیں۔

(الف)دو سال سے (ب) تین سال سے (ج)کئی برس سے (د)نو برس سے

27-"نصوح اور سلیم کی گفتگو" ماخوذ ہے؟

(الف)توبۃ النصوح سے (ب)بنات النعش سے (ج)مراۃ العروس سے (د)ماما عظمت سے

جوابات:

1-الف	2-ج	3-الف	4-ب	5-ب
6-ج	7-الف	8-الف	9-د	10-ب
11-د	12-ج	13-الف	14-ج	15-ب
16-ج	17-د	18-الف	19-ج	20-الف
21-د	22-الف	23-ج	24-د	25-الف
26-ج	27-الف			

6 ۔ پنچایت

منشی پریم چند

خلاصہ

منشی پریم چند کا شمار اُردو کے اولین افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ سبق پنچایت ان کا ایک مشہور افسانہ ہے جس میں انصاف کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔
جمن شیخ اور الگو چودھری میں بڑا یارانہ تھا۔ ایک کو دوسرے پر مکمل یقین تھا۔ جمن جب حج کرنے گئے تو اپنا گھر الگو کو سونپ گئے۔ اس دوستی کا آغاز اس زمانے میں ہوا جب دونوں لڑکے جمن کے پدر بزرگوار شیخ جمعراتی کے روبرو زانوے ادب تہ کیا کرتے۔ شیخ جمن کی ایک بوڑھی بیوہ خالہ تھیں۔ ان کے پاس کچھ تھوڑی سی ملکیت تھی لیکن وارث کوئی نہ تھا۔ جمن نے سبز باغ دکھا کر خالہ اماں سے وہ ملکیت اپنے نام کرالی تھی۔ جب تک ہبہ نامہ پر رجسٹری نہ ہوئی تھی۔ خالہ کی خوب خاطر داریاں ہوتی تھیں لیکن جمن کے نام رجسٹری ہوتے ہی خالہ کی خاطر داریوں پر مہر ہو گی۔ کچھ دن تک خالہ نے دیکھا مگر جب برداشت نہ ہوا تو جمن سے شکایت کی کہ "میرا تمہارے ساتھ نباہ نہ ہو گا تم مجھے روپے دے دیا کرو میں اپنا الگ پکالوں گی"۔ جمن نے بے اعتنائی سے جواب دیا: "روپیہ کیا یہاں پھلتا ہے؟ میرا خون چوس لو، میں کوئی یہ تھوڑے ہی سمجھتا تھا کہ تم خواجہ خضر کی حیات لے کر آئی ہو"۔

خالہ جان اپنے مرنے کی بات نہیں سن سکتی تھیں۔ جامے سے باہر ہو کر پنچایت کی دھمکی دی۔ جمن ہنسے "ضرور پنچایت کرو مجھے بھی رات دن کا وبال پسند نہیں"۔ اس کے بعد کئی دن تک بوڑھی خالہ لکڑی لیے آس پاس کے گاؤں کے چکر لگاتی رہیں۔ گھوم گھام کر بڑھیا الگو چودھری کے پاس آئی اور کہا کہ بیٹا تم بھی گھڑی بھر کو میری پنچایت میں چلے آنا۔

الگو نے بے رخی سے کہا مجھے بلا کر کیا کرو گی؟ جمن میرے پرانے دوست ہیں۔ اس سے بگاڑ نہیں سکتا۔ خالہ نے تاک کر نشانہ مارا: بیٹا کیا بگاڑ کے ڈر سے ایمان کی بات نہ کہو گے؟ شام کو ایک پیڑ کے نیچے پنچایت بیٹھی۔ بڑھیا نے اپنا دکھ بیان کیا۔
رام دھن مصر بولے۔ جمن میاں! پنچ کسے بناتے ہو؟ جمن نے کہا خالہ جسے چاہیں پنچ بنائیں۔ مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ خالہ نے الگو چوہدری کو پنچ چنا۔ جمن فرط مسرت سے باغ باغ ہو گیا۔ الگو بغلیں جھانکنے لگا لیکن خالہ نے کہا کہ بیٹا دوستی کے لئے کوئی اپنا ایمان نہیں بیچتا۔ الگو چوہدری نے کہا: شیخ جمن ہم اور تم پرانے دوست ہیں۔ یہ انصاف اور ایمان کا معاملہ ہے۔ خالہ نے اپنا حال کہہ سنایا۔ تم کو بھی جو کچھ کہنا ہے کہو۔
جمن نے کہا کہ میں خالہ کو اپنی ماں کے برابر سمجھتا ہوں۔ ہاں عورتوں میں ان بن رہتی ہے۔ کھیتوں کی حالت کسی سے چھپی نہیں۔ آگے پنچوں کا حکم سر اور ماتھے پر۔

الگو قانونی آدمی تھے۔ جرح ختم ہونے کے بعد فیصلہ سنایا۔ شیخ جمن تمہیں چاہیے کہ خالہ جان کے ماہوار گزارے کا بندوبست کر دو۔ ورنہ ہبہ نامہ منسوخ ہو جائے گا۔ جمن نے جب یہ فیصلہ سنا تو سناٹے میں آگیا۔ اس فیصلے نے الگو اور جمن کی دوستی کی جڑیں ہلا دیں۔ جمن کو انتقام کی خواہش چین نہ لینے دیتی تھی۔ خوش قسمتی سے موقع بھی جلد مل گیا۔

جواب: الگو چودھری کے پنچ مقرر ہونے پر شیخ جمن اس لئے خوش تھا کیوں کہ اس کی الگو چوہدری کے ساتھ دوستی تھی اور جمن کے خیال میں تھا کہ الگو چودھری فیصلہ کرتے وقت دوستی کا خیال کرتے ہوئے اس کے حق میں فیصلہ سنائے گا۔

(د) الگو چودھری نے کیا فیصلہ دیا؟

جواب: الگو چودھری نے فیصلہ سنایا۔ "شیخ جمن! پنچوں نے اس معاملے پر اچھی طرح غور کیا۔ زیادتی سراسر تمہاری ہے۔ کھیتوں سے معقول منافع ہوتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ خالہ جان کے ماہوار گزارے کا بندوبست کردو۔ اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں۔ اگر تمہیں یہ منظور نہیں تو ہبہ نامہ منسوخ ہو جائے گا۔

(ہ) الگو چوہدری کا فیصلہ سن کر شیخ جمن کا ردعمل کیا تھا؟

جواب: جمن نے فیصلہ سنا اور سناٹے میں آ گیا۔

(و) الگو چودھری نے سمجھو سیٹھ کو بیل کیوں فروخت کیا؟

جواب: الگو چودھری نے میلے سے دو بیل خریدے تھے۔ ایک بیل مر گیا۔ دوسرا اس کے کسی کام کا نہ تھا۔ اس کا جوڑا بہت ڈھونڈا مگر نہ ملا۔ ناچار اسے بیچنے کی صلاح ہوئی۔

(ز) سمجھو سیٹھ نے الگو چودھری سے خریدے ہوئے بیل کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

جواب: سمجھو سیٹھ بیل کو منڈی لے گئے۔ وہاں کچھ سوکھا بُھس ڈال دیا اور غریب جانور ابھی دَم بھی نہ لینے پایا تھا کہ پھر جوت دیا۔ مہینے بھر میں بیچارے کا کچومر نکل گیا۔ یکے کا جوا دیکھتے ہی بے چارے کا ہاؤ چھوٹ جاتا؛ ایک ایک قدم چلنا دوبھر تھا؛ ہڈیاں نکل آئی تھیں؛ لیکن اصیل جانور، مار کی تاب نہ تھی۔ ایک دن چوتھے کھیوے میں سیٹھ جی نے دونا بوجھ لادا، دن بھر کا تھکا جانور، پیر مشکل سے اٹھتے تھے۔ اس پر سیٹھ جی کوڑے رسید کرنے لگے۔ بیل جگر توڑ کر چلا۔ کچھ دور دوڑا۔ چاہا کہ ذرا دم لے، ادھر سیٹھ جی کو جلد گھر پہنچنے کی فکر، کئی کوڑے بے دردی سے لگائے۔ بیل نے ایک بار پھر زور لگایا، مگر طاقت نے جواب دے دیا۔ زمین پر گر پڑا اور ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھا۔

(ح) الگو چودھری اور سمجھو سیٹھ نے کون سا تنازع پنچایت کے سامنے پیش کیا؟

جواب: الگو چودھری اور سمجھو سیٹھ نے بیل کا تنازع پنچایت کے سامنے پیش کیا۔

(ط) شیخ جمن نے فیصلہ سناتے ہوئے انصاف کے اصولوں کو کہاں تک پورا کیا؟

جواب: شیخ جمن کو اپنی عظیم الشان ذمہ داری کا احساس تھا۔ اس نے انصاف کے تمام اصولوں کو پورا کیا۔

سوال 2: سبق کو پیش نظر رکھتے ہوئے خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) جمن شیخ اور الگو چودھری میں بڑا ------- تھا۔ (یارانہ)

(ب) جمن جب حج کرنے گئے تھے تو ------ الگو کو سونپ گئے تھے۔ (اپنا گھر)

(ج) ان کے باپ ------- کے آدمی تھے۔ (پرانی وضع)

(د) شیخ جمعراتی خود دعا اور فیض کے مقابلے میں -------- کے زیادہ قائل تھے۔ (تازیانے)

(ر) جمن نے وعدے وعید کے -------- دکھا کر خالہ اماں سے وہ ملکیت اپنے نام کرالی تھی۔ (سبز باغ)

(ہ) خالہ جان اپنے ------- کی بات نہیں سن سکتی تھیں۔ (مرنے)

(و) بوڑھی خالہ نے اپنی دانست میں تو کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ (گریہ وزاری)

(ز) شیخ جمن کو بھی اپنی -------زمے داری کا احساس ہوا۔ (عظیم الشان)

(ح) دوستی کا---------درخت پھر سے ہرا ہو گیا۔ (مرجھایا ہوا)

سوال 3: سب کو مدنظر رکھ کر درست اور غلط جوابات کی نشاندہی کریں۔

(الف) الگو جب کبھی باہر جاتے تو جمن پر اپنا گھر چھوڑ جاتے۔ ✓

(ب) الگو کے باپ نئے انداز کے آدمی تھے۔ ✗

(ج) الگو کی ایک بوڑھی، بیوہ خالہ تھیں۔ ✗

(د) کئی دن تک بوڑھی خالہ لکڑی لیے آس پاس کے گاؤں کے چکر لگاتی رہیں۔ ✓

(ہ) جمن نے بڑھیا کو پیار بھری نظروں سے دیکھا۔ ✗

(و) شیخ جمن اپنی خالہ کو ماں کے برابر سمجھتے تھے۔ ✗

(ز) الگو قانونی آدمی نہیں تھے۔ ✗

(ح) ایک ایک سوال جمن کے دل پر ہتھوڑے کی طرح لگتا تھا۔ ✓

(ط) پنچایت کے ایک ہفتے بعد ایک بیل مر گیا۔ ✗

(ی) سمجھو سیٹھ منڈی سے تیل نمک لاد کر لاتے اور گاؤں میں بیچتے تھے۔ ✓

(س) رام دھن نے پہلا نام جمن کا سنا تو کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ ✗

(ص) شیخ جمن کو پنچ بن کر اپنی ذمے داری کا احساس نہ ہوا۔ ✗

سوال 4: مندرجہ ذیل الفاظ کے معانی لکھیے۔

جوابات:

الفاظ	معنی
ساجھا	مشترک، حصہ داری
زانوئے ادب تہ کرنا	مودب بیٹھنا، شاگرد ہونا
وضع	بناوٹ، شکل
رفتہ رفتہ	آہستہ آہستہ
صلح پسند	امن پسند، سکون پسند
تاحینِ حیات	زندگی بھر
پنچ	پنچایت کرنے والا، ثالث

سوال 5: مندرجہ ذیل الفاظ کی مونث لکھیں۔

الفاظ	مونث	الفاظ	مونث

استاد	استانی	شیخ	شیخانی
سیٹھ	سیٹھانی	چودھری	چودھرائن
بیل	گائے		

سوال 6: اعراب کی مدد سے تلفظ واضح کریں۔

جوابات:

تَحَکُّمانہ	پُرسِش	زانُوئے اَدَب
مُباحَثہ	تَصفِیہ	وَضع
	رُسُوخ	تَحصِیلِ علم
	مَنطِق	فَروگُذاشت

سوال 8: عبارت کی تشریح کریں۔ سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھیں۔

"بھیا! جب سے تم نے---------حق اور انصاف کی زمین پر کھڑا تھا"۔

جواب:

سبق کا عنوان: پنچایت **مصنف کا نام:** منشی پریم چند

خط کشیدہ الفاظ کے معانی:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مسند	کرسی	ہرا ہونا	تازہ ہونا، سرسبز و شاداب ہونا
انصاف	عدل	دشمن	عدو

تشریح:

انسان گروہی زندگی گزارنے پر مجبور ہے اس کی ضروریات کی نوعیت ایسی ہے کہ وہ تنہا رہ کر انھیں پورا نہیں کر سکتا۔ انسان کے مل جل کے رہنے کے نتیجے میں ایک انسان کے دوسرے انسانوں سے مختلف نوعیت کے رشتے تشکیل پاتے ہیں جن میں سے ایک نہایت اہم رشتہ دوستی کا رشتہ ہے۔ شیخ جمن اور الگو آپس میں دوست تھے۔ لیکن جب پنچایت میں انصاف کی بات آئی تو الگو نے دوستی کے بجائے انصاف کے راستے کا انتخاب کیا۔ دونوں کی دوستی ختم ہو گئی اتفاقاً الگو کا ایک مسئلہ پنچایت میں آ گیا اس مرحلے پر شیخ جمن نے بھی انصاف کا دامن نہ چھوڑا۔ یوں شیخ جمن کا دل الگو کی طرف سے صاف ہو گیا۔ اس نے الگو سے اپنے دل کی بات کی اور کہا کہ جب سے تم نے میرے خلاف فیصلہ کیا تھا تو میں دل سے تمہارا دشمن ہو گیا تھا کہ تم نے اتنی پرانی دوستی کا خیال نہ کیا اور خالہ کے حق میں فیصلہ دے دیا لیکن آج جب میں خود انصاف کی مسند پر بیٹھا ہوں تو مجھے اندازہ ہوا ہے۔ مصنف کسی کا دوست یا دشمن نہیں ہوتا۔ معاشرتی زندگی میں عدل وانصاف کی بڑی اہمیت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"عدل سے کام لیا کرو چاہے اس میں تمہارا یا تمہارے قریب لوگوں کا نقصان ہی کیوں نہ ہو"۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

"یاد رکھو گزشتہ امتیں اسی لئے برباد ہوئیں کہ وہ عام لوگوں کو تو سزا دے دیتے تھے لیکن بارسوخ افراد کو کچھ نہیں کہتے تھے۔"

معاشرتی زندگی کے معاملات میں عدل و انصاف فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف منشی پریم چند ہمیں متوجہ کرتے ہیں کہ مسند انصاف پر بیٹھنے والے شخص کو اپنا پرایا دوست دشمن یا امیر غریب نہیں دیکھنا ہوتا انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات شیخ جمن کو اس وقت سمجھ آئی جب خود انہوں نے فیصلہ کیا۔ شیخ جمن کی بات سن کر الگو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ دونوں کے دل صاف ہو گئے اور وہ پرانی دوستی جو غلط فہمی کی بنیاد پر ٹوٹ گئی تھی اس کی تجدید ہو گئی۔ اب دوستی کا رشتہ کسی بھی طرح کی چال بازی پر نہیں بلکہ انصاف اور سچائی کی بنیاد پر قائم ہوا تھا۔

سوال 9: ذیل میں مختلف محاوروں کو دو دو جملوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ درست استعمال کے آگے (✓) اور غلط بیان کے آگے (✗) کا نشان لگائیں۔

1- سبز باغ دکھانا: (الف) اکرم نے مجھے ملتان میں اپنے سبز باغ دکھائے۔ ✗
(ب) سیاسی لوگ سبز باغ دکھا کر عوام کو لوٹتے ہیں۔ ✓

2- زخم پر نمک چھڑکنا: (الف) سعد نے میرے بازو کے زخم پر نمک چھڑکا تو میری چیخیں نکل گئیں۔ ✗
(ب) آپ میرے زخم پر نمک چھڑکنے کی بجائے میری مدد کریں۔ ✓

3- بغلیں جھانکنا: (الف) انس میرے سوال پر بغلیں جھانکنے لگا۔ ✓
(ب) کسی کی بغلیں جھانکنا بری بات ہے۔ ✗

کثیر الانتخابی سوالات

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1- پریم چند کا اصل نام تھا:

(الف) دھنپت رائے (ب) کرشن (ج) پرتھوی راج (د) بنارس خان

2- پریم چند ضلع بنارس کے گاؤں میں پیدا ہوئے۔

(الف) رام پور (ب) لملی (ج) کرشن نگر (د) بنارسی

3- پریم چند کے والد منشی عجائب لال ملازم تھے۔

(الف) ریلوے میں (ب) پولیس میں (ج) ڈاک خانے میں (د) محکمہ مالیات میں

4- پریم چند نے سرکاری ملازمت کا آغاز کیا۔

(الف) 1898ء میں (ب) 1900ء میں (ج) 1905ء میں (د) 1910ء میں

5- پریم چند نے 1919ء میں بی-اے کیا۔

(الف) علی گڑھ سے (ب) لنکن یونیورسٹی سے (ج) الہ آباد یونیورسٹی سے (د) آکسفورڈ سے

6- 1936ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین کے اجلاس کی صدارت کی:

(الف)پہلے (ب)دوسرے (ج)تیسرے (د)چوتھے

7-پریم چند نے اپنی تحریروں میں مسائل بیان کیے۔

(الف)طلباء کے (ب)عورتوں کے (ج)بزرگوں کے (د)مزدوروں اور کسانوں کے

8-منشی پریم چند کا شمار ہوتا ہے:

(الف)افسانہ نگاروں میں (ب)ڈرامہ نگاروں میں (ج)نثر نگاروں میں (د)غزل گو شعرا میں

9-منشی پریم چند نے افسانوں کے علاوہ لکھے:

(الف)ڈرامے (ب)ناول (ج)قصیدے (د)مرثیے

10-جمن شیخ اور الگو چودھری میں بڑا تھا:

(الف)جلاپا (ب)حسد (ج)یارانہ (د)دوستانہ

11-الگو کے والد آدمی تھے:

(الف)پرانی سوچ (ب)پرانی وضع کے (ج)تنگ ذہن کے (د)وسیع ذہن کے

12-الگو کے والد کو تعلیم کی نسبت زیادہ بھروسہ تھا۔

(الف)تندرستی پر (ب)وسیع النظری پر (ج)قدامت پسندی پر (د)استاد کی خدمت پر

13-بوڑھی بیوہ شیخ جمن کی تھی:

(الف)خالہ (ب)چچی (ج)پھوپھی (د)پڑوسن

14-جمن آدمی تھا:

(الف)انصاف پسند (ب)صلح پسند (ج)امن پسند (د)ترقی پسند

15-شیخ جمن کو کامل اعتماد تھا اپنی طاقت، رسوخ اور

(الف)منطق پر (ب)سوچ پر (ج)تندرستی پر (د)عقلمندی پر

16-خالہ نے کہا: "بیٹا! کیا بگاڑ کے ڈر سے بات نہ کہو گے؟"

(الف)انصاف کی (ب)عدل کی (ج)ایمان کی (د)صلح کی

17-شام کو پنچایت بیٹھی:

(الف)چھت کے نیچے (ب)پیڑ کے نیچے (ج)قنات کے نیچے (د)برآمدے میں

18-پنچ کا حکم ہوتا ہے:

(الف)اللہ کا (ب)بندے کا (ج)بادشاہ کا (د)حکمران کا

19-پنچ کے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہ نکلتی ہے:

(الف)انسانوں کی طرف سے (ب)حکومت کی طرف سے (ج)لوگوں کی طرف سے (د)اللہ کی طرف سے

20-الگو کو آئے دن واسطہ رہتا تھا:

(الف)تعلیم سے (ب)عدالت سے (ج)حکومت سے (د)بچوں سے

21-الگو آدمی تھے:

(الف)انصاف پسند (ب) قانونی (ج) صلح پسند (د)امن پسند

22-الگو اور جمن کی دوستی کی جڑیں ہلا دیں:

(الف)دشمنی نے (ب)فیصلے نے (ج)انصاف نے (د)عدل نے

23-جمن کے دل سے خیال دور نہ ہوتا تھا:

(الف)دوست کی وفاداری کا (ب)دوست کی دشمنی کا (ج)دوست کی غداری کا (د)دوست کی انصاف پسندی کا

24-الگو چودھری پچھلے سال میلے سے لائے:

(الف)ایک بیل (ب)دو بیل (ج) تین بیل (د)چار بیل

25-ایک بیل مر گیا پنچایت کے:

(الف)ایک مہینہ بعد (ب)ایک ہفتہ بعد (ج)ایک سال بعد (د)دو سال بعد

26-الگو چودھری نے اپنے ڈنڈے سے چودھرائن کی داد دی۔

(الف)شعلہ بیانی کی (ب)شیریں بیانی کی (ج)خلوص کی (د)بدزبانی کی

27-الگو جب اپنے بیل کی قیمت مانگتے تو سیٹھ اور سیٹھانی دونوں جھلائے ہوئے کتوں کی طرح:

(الف)دوڑ پڑتے (ب)پل پڑتے (ج)چڑھ بیٹھتے (د)بھاگ جاتے

28-ہاتھ دھو لینا آسان کام نہ تھا:

(الف)سو روپے سے (ب)ڈیڑھ سو روپے سے (ج)دو سو روپے سے (د) تین سو روپے سے

29-پریم چند کے افسانوں میں نیکی تمام تر مشکلات کے باوجود بدی کے مقابلے میں رہتی ہے:

(الف)بلند تر (ب)کم تر (ج)غالب (د)ماتحت

30-منشی پریم چند کی تحریروں کی بنیاد ہے:

(الف)معاشرتی مسائل (ب)نفسیاتی مسائل (ج)مطالعہ اور مشاہدہ (د)تینوں

31-ناول میدانِ عمل، بازارِ حسن اور گئودان کو زیادہ ملی:

(الف)دولت (ب)شہرت (ج)عزت (د)بدنامی

32-جمن شیخ اور الگو چودھری کو ایک دوسرے پر کامل تھا:

(الف)بھروسا (ب)یقین (ج)اعتماد (د)فخر

33-جمن کے والد کا نام تھا:

(الف)شیخ امین (ب)عبدالسلام (ج) شیخ زاہد (د) شیخ جمعراتی

34-جمن کے والد کو زیادہ بھروسا تھا:

(الف)خدمت خلق پر (ب)حقوق العباد پر (ج)استاد کی خدمت پر (د)اپنے آپ پر

35-استاد کی دعا چاہیے، جو کچھ ہوتا ہے:

(الف)علم سے ہوتا ہے (ب)دولت سے ہوتا ہے (ج) کرامت سے ہوتا ہے (د)فیض سے ہوتا ہے

36-شیخ جمعراتی خود دعا اور فیض کے مقابلے میں زیادہ قائل تھے:

(الف)پیار کے (ب)ظلم کے (ج)تازیانے کے (د)محنت کے

37-شیخ جمن کی خالہ کا کوئی نہ تھا:

(الف)بیٹا (ب)بھائی (ج)وارث (د)رشتہ دار

38-جمن نے خالہ اماں سے ملکیت اپنے نام کرائی:

(الف)پیسے دے کر (ب)سبز باغ دکھا کر (ج)لالچ دے کر (د)زبردستی

39-جمن کی اہلیہ کا نام تھا:

(الف)نسرین (ب)بی فہمین (ج)بی فاطمہ (د)بی شبراتن

40-خالہ جان بات نہ سن سکتی تھیں:

(الف)اپنے جینے کی (ب)اپنے غم کی (ج)اپنے بڑھاپے کی (د)اپنے مرنے کی

41-خالہ جان جامے سے باہر ہو کر دھمکی دیتی تھیں:

(الف)مرنے کی (ب)سکول میں چھلانگ لگانے کی (ج)زہر کھانے کی (د)پنچایت کی

42-بوڑھی خالہ نے اپنی دانست میں گریہ زاری کرنے میں کوئی اٹھا نہ رکھی:

(الف)ضرورت (ب)کسر (ج)حاجت (د)مجبوری

43-منشی پریم چند اسکول میں مدرس ہوئے:

(الف)مڈل کے بعد (ب)میٹرک کے بعد (ج)ایف-اے کے بعد (د)بی-اے کے بعد

44-منشی پریم چند کا ملازمت کے ساتھ ساتھ سلسلہ جاری رہا:

(الف)تعلیم حاصل کرنے کا (ب)شکار کا (ج)کھیل تماشے کا (د)شعر و شاعری کا

45-منشی پریم چند نے ملازمت سے استعفیٰ دیا:

(الف)1921ء میں (ب)1922ء میں (ج)1923ء میں (د)1924ء میں

46-منشی پریم چند نے واقعات اور حقائق کو موضوع بنا کر تحریروں میں رنگ بھرا:

(الف)علاقائی (ب)مقامی (ج)دیہاتی (د)بین الاقوامی

47-منشی پریم چند کے افسانوں کے کرداروں میں پایا جاتا ہے:

(الف)فرق (ب)تغیر (ج)تنوع (د)تضاد

48-رام دھن مصر نے کہا: "قیمت کے علاوہ ان سے لیا جائے"۔

(الف)بدلہ (ب)تاوان (ج)جرمانہ (د)سونا

49-پنچایت کی مسند پر بیٹھ کر نہ کوئی کسی کا دوست ہوتا ہے اور نہ:

(الف)سجن (ب)بھائی (ج)رشتہ دار (د)دشمن

50-دوستی کا مرجھایا ہوا درخت پھر سے ہو گیا:

(الف)بڑا (ب)ہرا (ج)سفید (د)سرخ

جوابات:

1-الف	2-ب	3-ج	4-ب	5-ج
6-الف	7-د	8-الف	9-ب	10-ج
11-ب	12-د	13-الف	14-ب	15-الف
16-ج	17-ب	18-الف	19-د	20-ب
21-ب	22-ب	23-ج	24-ب	25-الف
26-ب	27-ج	28-ب	29-ج	30-د
31-ب	32-ج	33-د	34-ج	35-د
36-ج	37-ج	38-ب	39-ب	40-د
41-د	42-ب	43-ب	44 الف	45-الف
46-ب	47-ج	48-ب	49-د	50-ب

7 ۔ آرام وسکون

سید امتیاز علی تاج

خلاصہ

سید امتیاز علی تاج کا شمار اُردو کے صفِ اوّل کے ڈرامہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ آرام وسکون ان کا معروف ریڈیائی ڈراما ہے جس میں آرام وسکون کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

صاحبِ خانہ، کثرتِ کار کے باعث بیمار پڑے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے آرام سکون کو ہی علاج قرار دیا ہے۔ بیگم صاحبہ، ڈاکٹر کی تشخیص سے متفق ہیں اور شکوہ کناں ہیں کہ میاں نے ان کی نصیحت پر مطلق کان نہیں دھرا ورنہ بیماری کی نوبت نہ آتی۔ ڈاکٹر صاحب کے جانے کے بعد بظاہر وہ آرام وسکون کی بڑے زور وشور سے تاکید کرتی نظر آتی ہیں۔ لیکن حقیقتاً آرام وسکون کی سب سے بڑی دشمن وہی ہیں انکا باتونی پن انہیں آرام سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ وہ حیلے بہانے سے ان کے سر پر مسلط رہتی ہیں اور گھڑی بھر کو نہیں ٹلتیں اور خواہ مخواہ، میاں کو بولنے پر مجبور کر دیتی ہیں، کبھی تو وہ میاں صاحب کو لاپروائی برتنے پر طنز کر رہی ہیں۔ کبھی بڑے شد ومد سے پرہیزی کھانے کی بابت پوچھ رہی ہیں مگر ایک لمبی فہرست کھانوں کی گنوانے کے بعد بھی انہیں پکانے کی نوبت نہیں آتی۔ اگلے ہی لمحے وہ بدن کی تھکاوٹ اور درد کو دور کرنے کے لیے انہیں جسم دبوانے کو کہتی ہیں مگر میاں کے آمادہ ہونے پر بھی عملاً ایسا ہو نہیں پاتا۔ اگر کچھ دیر کے لیے میاں سے توجہ ہٹتی بھی ہے تو نوکر کی کمبختی آجاتی ہے۔ ابھی نوکر کا معاملہ ختم نہیں ہوتا کہ پانی دیر سے لانے پر سقے کی شامت آجاتی ہے اس مہم کے سر کر لینے کے بعد گھنٹی کی ڈھنڈیا پڑ جاتی ہے الزام نوکر پر لگا دیا جاتا ہے حالانکہ اس میں نوکر بیچارہ بے گناہ ہے کیونکہ اسے میاں نے خود وہاں رکھا تھا۔ ابھی یہ مرحلہ طے ہوا ہی ہے کہ ریٹھے کوٹنے کا شور ہونے لگتا ہے پتا چلتا ہے کہ یہ سب بیگم صاحبہ کے نادر شاہی حکم کے زیر اثر ہو رہا ہے یہ جانے بنا کہ اس سے کتنا شور ہوگا؟ ابھی یہ مسئلہ حل ہوتا ہی ہے کہ بچے کی کھلونا گاڑی کا شور صورتحال کو اور بھی خراب کر دیتا ہے بیوی بجائے بچے کو پیار سے سمجھانے کے غصے سے کام لیتی ہے بچہ رونے لگتا ہے جس سے شور بجائے کم ہونے کے اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ ابھی یہ سلسلہ جاری ہے کہ گرد وغبار اٹھنے لگتا ہے پتہ چلتا ہے کہ بیچارے نوکر کو یہ نیا حکم ملا ہے جس کی تعمیل نہ ہونے کی صورت میں اسے بیگم صاحبہ کے عتاب کا سامنا کرنا ہوگا۔ بہرحال میاں کہہ سن کر اس سلسلے کو موقوف کرا دیتے ہیں مگر آرام وسکون ان کی قسمت میں کہاں؟ فون کی گھنٹی انہیں اٹھنے پر مجبور کر دیتی ہے مخاطب کو اصرار ہے کہ بیگم صاحبہ سے ان کی بات کروائی جائے یہ جان لینے کے باوجود کہ موصوف بیمار ہیں یہ اصرار جاری رہتا ہے۔ میاں فون بند کرنے میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں مگر بیوی کو یہ امر ناگوار گزرتا ہے۔ اتنے میں ساتھ والے گھر سے آنے والی ہارمونیم کی آواز، پھر چوٹ لگ جانے کے باعث بچے کے رونے کی آواز اور عین اسی وقت فقیر کی صدا سب مل کر میاں کو گھبرا دیتے ہیں۔ بیوی وقت کی نزاکت کا احساس کرنے کی بجائے جو طرزِ عمل اختیار کرتی ہیں وہ شور کو دوچند کر دیتا ہے جو میاں کی برداشت سے باہر ہو جاتا ہے ناچار وہ اپنی ٹوپی اور شیروانی طلب کرتا ہے اور دفتر کو آرام وسکون کے لیے گھر پر ترجیح دیتے ہوئے اس کی راہ لیتا ہے۔

مشق

سوال 1: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں۔

(الف) روزانہ آرام و سکون نہ کیا جائے تو اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: ہر روز تھوڑا تھوڑا وقت آرام و سکون کے لیے نہ نکالا جائے تو پھر بیمار پڑ کر بہت زیادہ وقت نکالنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

(ب) بیماری کے باوجود میاں دفتر جانے کے لیے کیوں تیار ہو جاتا ہے؟

جواب: بیماری کے باوجود میاں دفتر جانے کے لیے اس لیے تیار ہو جاتا ہے کیونکہ ڈاکٹر نے انہیں مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا اور یہ بھی تاکید کی کہ ان کے آس پاس شور غل بالکل نہ ہو۔ لیکن صورتحال بالکل مختلف تھی۔ اور ان کے آس پاس ہر وقت شور ہی ہوتا رہا اور کسی نے بھی ان کے آرام و سکون کا خیال نہ رکھا۔

(ج) اس ڈرامے سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: اس ڈرامے "آرام و سکون" سے ایک تو یہ سبق ملتا ہے کہ روزانہ تھوڑا تھوڑا آرام کر لینے سے انسان بیمار ہونے سے بچ جاتا ہے اور دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ اگر گھر میں کوئی بیمار شخص پڑا ہو تو گھر والوں کو شور کرنے کی بجائے اس کے مکمل آرام و سکون کا خیال رکھنا چاہیے۔ دوسروں کو خاموش کروانے کے لیے خود اتنا شور نہیں مچانا چاہئے کہ مریض آپ سے بھی تنگ آجائے۔

(د) بہت زیادہ شور شور غل بھی ماحولیاتی آلودگی کا سبب بنتا ہے۔ شور کی آلودگی سے صحت پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب: ماہرینِ نفسیات کے مطابق شور کام کرنے اور نیند کے دوران پر سکون ماحول میں خلل کا باعث ہی نہیں بنتا بلکہ یہ انسانی نفسیات اور صحت پر بھی گہرے منفی اثرات ڈالتا ہے۔ اعصاب پر اس کا بہت مضر اثر پڑتا ہے اور شور کی آلودگی کئی قسم کی بیماریوں کا باعث بنتی ہے۔ مثلاً ذہنی تناؤ، سماعت پر برا اثر، بہرہ پن، سر درد، ہائی بلڈ پریشر، وغیرہ۔

(ہ) صحت مند رہنے کے لیے کیا باتیں ضروری ہیں؟

جواب: صحت مند رہنے کے لیے آرام و سکون کا خیال رکھا جائے اور متوازن غذا کھائی جائے۔

(و) ہمسائے کی کون سی حرکت سے میاں کے آرام میں خلل پڑ رہا تھا؟

جواب: ہمسائے کے ہارمونیم اور گانے کی آواز سے میاں کے آرام میں خلل پڑ رہا تھا۔

سوال 2: واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیے۔

جوابات:

واحد	جمع	واحد	جمع
وقت	اوقات	ہدایت	ہدایات
ضرورت	ضروریات	غذا	اغذیہ
طبیعت	طبائع	ہمسایہ	ہمسائے

سوال 3: مندرجہ ذیل کے مذکر اور مونث لکھیں۔

جوابات:

مذکر	مونث	مذکر	مونث
صاحب	بیگم	میاں	بیوی
فقیر	فقیرنی	ملازم	ملازمہ
بچہ	بچی		

سوال 4: مندرجہ ذیل جملوں کو درست کر کے لکھیے۔

جوابات:

غلط جملے	درست جملے
میرے ابو دفتر سے واپس لوٹ آئے ہیں۔	میرے ابو دفتر سے لوٹ آئے ہیں۔
ڈاکٹر نے مریض کو دوائی دی۔	ڈاکٹر نے مریض کو دوا دی۔
میرے پیٹ میں درد ہو رہی ہے۔	میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔
یہ میز پرانا ہو چکا ہے۔	یہ میز پرانی ہو چکی ہے۔
نوکر نے کمرے میں جھاڑو دیا۔	نوکر نے کمرے میں جھاڑو دی۔

سوال 5: مندرجہ ذیل جملوں میں سے غلط اور درست کی نشاندہی کریں۔

جوابات:

1- انسان کو بہت زیادہ فکر مند نہیں رہنا چاہیے۔ ✓

2- شور غل کا مریض پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ✗

3- تھوڑا سا وقت آرام کے لیے ضرور نکالنا چاہیے۔ ✓

4- ہمیں ماحول کو آلودہ نہیں کرنا چاہیے۔ ✓

5- صرف تکان کی وجہ سے حرارت نہیں ہو سکتی۔ ✗

6- دوا سے زیادہ آرام و سکون ضروری ہے۔ ✓

7- بغیر آرام کئے محنت کرتے چلے جانے سے صحت خراب ہو جاتی ہے۔ ✓

8- غذا کے معاملے میں کسی احتیاط کی ضرورت نہیں۔ ✗

9- گرد و غبار سے صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ ✓

10- انسان کے لئے آرام و سکون بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کام۔ ✓

سوال 6: اعراب کی مدد سے تلفظ واضح کریں۔

جوابات:

تَرَدُّد مُعائَنَہ

مُطلَق شُورُغُل

تَقوِیَّت مُقَوِی

سوال 7: درست جوابات کی نشاندہی کریں۔

(الف) سبق "آرام و سکون" کے مصنف کون ہیں؟

(الف) پریم چند (ب) ✓ سید امتیاز علی تاج (ج) مولوی نذیر احمد (د) میرزا ادیب

(ب) ڈاکٹر کے مطابق میاں کو کیا بیماری تھی؟

(الف) شوگر (ب) دل کی بیماری (ج) ✓ تکان اور حرارت (د) سردرد

(ج) میاں کتنے بجے دفتر جایا کرتے تھے؟

(الف) صبح آٹھ بجے (ب) شام سات بجے (ج) ✓ صبح دس بجے (د) صبح نو بجے

(د) ڈاکٹر نے میاں کو کس بات کی تاکید کی تھی؟

(الف) وقت پر دوا کھانے کی (ب) انجکشن لگوانے کی (ج) ✓ خاموش لیٹے رہنے کی (د) سیر کرنے کی

(ہ) سبق "آرام و سکون" میں گھریلو ملازم کا نام کیا تھا؟

(الف) کلو (ب) ✓ للّو (ج) بلو (د) ٹلو

(و) گھنٹی کس نے میز سے اٹھا کر انگیٹھی پر رکھی تھی؟

(الف) بیوی نے (ب) ✓ میاں نے (ج) للّو نے (د) ننھے نے

(ز) میاں صاحب کا نام کیا تھا؟

(الف) اشتیاق (ب) مشتاق (ج) ✓ اشفاق (د) اسحاق

(ط) ملازم کیا چیز کوٹ رہا تھا؟

(الف) نمک (ب) مرچیں (ج) ✓ ریٹھے (د) گرم مسالا

سوال 8: خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) تردد کی کوئی بات نہیں، میں نے بہت اچھی طرح -------- کر لیا ہے۔ (معائنہ)

(ب) میرے خیال میں انہیں ------ سے زیادہ -------- کی ضرورت ہے۔ (دوا، آرام و سکون)

(ج) اتنا کام نہ کیا کرو -------- صحت سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ (نصیبِ دشمناں)

(د) جی نہیں! دوا کی -------- ضرورت نہیں۔ (مطلق)

(ہ) مریض کے کمرے میں -------- نہیں ہونا چاہیے۔ (شور غل)

(و) خاموشی اعصاب کو ایک طرح کی -------- بخشتی ہے۔ (تقویت)

(ز) اللہ جانے یہ کون -------- میری چیزوں کو الٹ پلٹ کرتا ہے۔ (نامراد)

(ح) ----------کو اتنا خیال بھی تو نہیں آتا گھر میں کوئی بیمار پڑا ہے۔ (اللہ ماروں)

(ط) میں--------کو--------مرتبہ کہلا چکی ہوں کہ صبح سویرے ہو جایا کرے۔ (نامراد، بیبیوں)

(ی) ----------نے قسم کھار کھی ہے کہ کبھی کوئی چیز--------نہ رہنے دے گا۔ (کم بخت، ٹھکانے)

(س) ----------کو سر کھجانے کی فرصت نہیں ملتی۔ (بے چارے)

(ص) صاحب زادے نے---------نہ فرمائی تو دنیا کسی بہت بڑی نعمت سے محروم نہ ہو جائے گی۔ (نغمہ سرائی)

کثیر الانتخابی سوالات

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1-سید امتیاز علی تاج پیدا ہوئے:

(الف) کراچی (ب) فیصل آباد (ج) دہلی (د) لاہور

2-سید امتیاز علی تاج کے والد کا نام تھا:

(الف) مولوی محمد علی (ب) مولوی شفیق علی (ج) مولوی امتیاز علی (د) مولوی ممتاز علی

3-مریض کو دوا سے زیادہ ضرورت تھی:

(الف) پرہیز (ب) سیر (ج) آرام و سکون (د) ورزش

4-ڈاکٹر صاحب کی کار میں بیگ پہنچایا:

(الف) لبھو نے (ب) للّو نے (ج) بلو نے (د) بھولو نے

5-میاں دفتر سے واپس آتے تھے:

(الف) چھ بجے (ب) سات بجے (ج) آٹھ بجے (د) دس بجے

6-اعصاب پر بہت مضر اثر پڑتا ہے:

(الف) شور غل کا (ب) غذا کی کمی کا (ج) دیر تک جاگنے کا (د) ورزش کا

7-بیوی نے پوچھا اگر سونے کو جی چاہ رہا ہے تو میں:

(الف) یخنی لاؤں (ب) چلی جاؤں (ج) دبا دوں (د) بیٹھی رہوں

8-کنڈی کھٹکھٹائی تھی:

(الف) للو نے (ب) سقے نے (ج) ڈاکٹر نے (د) پڑوسی نے

9-امتیاز علی تاج نے سنٹرل ماڈل سکول لاہور کے بعد تعلیم حاصل کی:

(الف) دیال سنگھ کالج (ب) سائنس کالج (ج) ایچی سن کالج (د) گورنمنٹ کالج

10-میاں نے اپنے لیے خوراک پسند کی:

(الف) کھیر (ب) یخنی (ج) ساگودانہ (د) جوس

11-امتیاز علی تاج نے مشہور زمانہ ڈرامہ انار کلی لکھا:

(الف)1928ء (ب)1930ء (ج)1932ء (د)1934ء

12- امتیاز علی تاج کے مزاحیہ سکیچ کا نام تھا:

(الف)چچا نھو (ب)چچا شرفو (ج)چچا دکن (د)چچا چھکن

13- سبق آرام و سکون میں فون کیا:

(الف)میاں کے دوست نے (ب)بیوی کی سہیلی نے (ج)دفتر کے ملازم نے (د)بچے کے دوست نے

14-ہارمونیم کی آواز آرہی تھی:

(الف)بازار سے (ب)ریڈیو سے (ج)پڑوس سے (د)دوسرے کمرے سے

15- صحن میں پٹ پٹ گاڑی چلا رہا تھا:

(الف)للو (ب)بچہ (ج)سقا (د)فقیر

16-بچے کے رونے اور پڑوسیوں کے گانے کے دوران تیسری آواز تھی:

(الف)موٹر سائیکل کی (ب)سقا کی (ج)جہاز کی (د)فقیر کی

17-سقے نے دروازہ کھٹکھٹایا:

(الف)طلوع آفتاب سے قبل (ب)طلوع آفتاب کے بعد (ج)دوپہر کو (د)رات کو

18-کواڑ توڑ رہا تھا:

(الف)فقیر (ب)بچہ (ج)سقا (د)للو

19-بیوی نے پوچھا کہ سونے کو جی چاہ رہا ہے تو چلی جاؤں، میاں نے جواب دیا:

(الف)بیٹھی رہو (ب)دبا دو (ج)دوا کھلا دو (د)اچھی بات ہے

20-بیوی نے ڈاکٹر کی فیس:

(الف)فوراً ادا کی (ب)بھجوانے کا وعدہ کیا (ج)معاف کرا لی (د)دینے سے انکار

21-اعصاب کو تقویت بخشتی ہے:

(الف)خوراک (ب)دوڑ (ج)ورزش (د)خاموشی

22-مریض کے کمرے میں پرندہ نہیں مارے گا:

(الف)چونچ (ب)دم (ج)پر (د)پنجہ

23-امتیاز علی تاج رسالہ پھول اور ----- کے مدیر رہے:

(الف)تعلیم نسواں (ب)تہذیب نسواں (ج)حسن نسواں (د)مکتوب نسواں

24-بیگم نے سقے کو کہا کہ صبح ہو جایا کرے:

(الف)سینکڑوں مرتبہ (ب)بیسیوں مرتبہ (ج)ہزاروں مرتبہ (د)کئی مرتبہ

25-ننھا کھلونا گاڑی میلے سے لایا تھا:

(الف)شب برات کو (ب)شادی کے روز (ج)سالگرہ پر (د)عید کے روز

26-مریض کے کمرے میں گرد آنے لگی:

(الف) آندھی سے (ب) پڑوسی کے گھر سے (ج) بچے کے مٹی اڑانے سے (د) جھاڑو پھیرنے سے

27-میاں نے ٹیلی فون پر اپنی طبیعت کے بارے میں بتایا کہ میں:

(الف) اپاہج ہوں (ب) معذور ہوں (ج) علیل ہوں (د) پریشان ہوں

28-سید امتیاز علی تاج نے ریڈیو کے لیے ڈرامے لکھے تھے:

(الف) بیسوں (ب) سینکڑوں (ج) ہزاروں (د) درجنوں

29-اس ڈرامے سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ مریض کے خیال رکھنا چاہیے:

(الف) غذا کا (ب) آرام کا (ج) لباس کا (د) عزت کا

30-بچہ جب گر پڑا اس وقت بیوی:

(الف) یخنی بنا رہی تھی (ب) خط لکھ رہی تھی (ج) صفائی کر رہی تھی (د) کپڑے استری کر رہی تھی

31-میاں ٹوپی اور شیروانی پہن کر تیار ہوئے:

(الف) بازار کے لیے (ب) باغ کے لیے (ج) دفتر کے لیے (د) دوست کے گھر کے لیے

32-ملازموں کو ذرا طرح دو تو سوار ہو جاتے ہیں:

(الف) گردن پر (ب) کاندھوں پر (ج) سر پر (د) کمر پر

33-بلانے کے لیے بیوی نے گھنٹی رکھی تھی:

(الف) انگیٹھی پر (ب) میز پر (ج) بستر پر (د) کرسی پر

34-گھنٹی میز سے انگیٹھی پر کس نے رکھی:

(الف) للو نے (ب) بیوی نے (ج) میاں نے (د) بچے نے

35-امتیاز علی تاج کا سن ولادت سن وفات ہے:

(الف) 1900-1970ء (ب) 1920-1995ء (ج) 1875-1930ء (د) 1880-1940ء

36-"نہیں بیگم صاحبہ! تردد کی بات نہیں" کہا تھا:

(الف) للو نے (ب) فقیر نے (ج) سقے نے (د) ڈاکٹر نے

37-بیوی نے کہا کہ میاں سے کہہ چکی ہوں کہ اتنا کام نہ کیا کرو:

(الف) کئی مرتبہ (ب) سینکڑوں مرتبہ (ج) بیسیوں مرتبہ (د) ہزاروں مرتبہ

38-ہر روز تھوڑا تھوڑا وقت نہ نکالا جائے تو بہت زیادہ وقت نکالنا پڑتا ہے:

(الف) گر کر (ب) بے ہوش ہو کر (ج) تھک کر (د) بیمار پڑ کر

39-ڈاکٹر نے کہا کہ دوا لینی ہے:

(الف) صبح اور شام (ب) صبح، دوپہر اور شام (ج) رات کو سوتے وقت (د) دوا کی ضرورت ہی نہیں

40- ڈاکٹر نے کھانے کے لئے لکھ دیا:

(الف) مالٹڈ ملک (ب) نارنگی کا رس (ج) ساگودانے کی کھیر (د) یہ سب کچھ

41-امتیاز علی تاج نے ریڈیو پروگرام شروع کیا:

(الف)استحکام پاکستان (ب)پاکستان ہمارا ہے (ج)پاکستان تمہارا ہے (د)پاکستان ہم سب کا ہے

42-امتیاز علی تاج مجلس ترقی ادب اردو لاہور کے تھے:

(الف)صدر (ب)نائب صدر (ج)سیکرٹری (د)جنرل سیکرٹری

43-امتیاز علی تاج کو نامعلوم شخص نے قتل کیا:

(الف)جنوری 1970ء میں (ب)فروری 1970ء میں (ج)مارچ 1970ء میں (د)اپریل 1970ء میں

44-امتیاز علی تاج کے والد کو خطاب ملا:

(الف)خان بہادر (ب)شمس العلماء (ج)سَر (د)تمغہ جرات

جوابات:

1-د	2-د	3-ج	4-ب	5-ب
6-الف	7-ب	8-ب	9-د	10-ج
11-ج	12-د	13-ب	14-ج	15-ب
16-د	17-ج	18-ج	19-د	20-ب
21-د	22-ج	23-ب	24-ب	25-د
26-د	27-ج	28-د	29-ب	30-ب
31-ج	32-ج	33-ب	34-ج	35-الف
36-د	37-ج	38-د	39-د	40-د
41-ب	42-ج	43-د	44-ب	

8 ۔ لہواور قالین

میرزاادیب، اصل نام دلاور علی

خلاصہ

میرزاادیب اُردو ادب کے مشہور ڈرامہ نگار تھے۔ سبق لہواور قالین ان کا ایک "یک بابی ڈراما" ہے جس میں ہمارے معاشرتی رویوں پر تنقید کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اپنی عزت و شہرت کے لئے کسی کو سیڑھی نہیں بنانا چاہیے۔

شامل نصاب ڈرامہ "لہواور قالین" معروف ڈرامہ نگار میرزاادیب کی تحریر ہے۔ میرزاادیب یک بابی اور ریڈیائی ڈرامہ نگاری میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ان کے ڈراموں کے موضوعات عام اور روزمرہ زندگی سے متعلق ہیں۔ معاشرے میں انسانی خواہشات اور احساسات کو میرزاادیب نے خاص اہمیت دی ہے اور ان کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ ڈرامہ "لہواور قالین" ہمارے معاشرے میں سرمایہ دارانہ ذہن اور فنکارانہ جذبات واحساسات کی عکاسی کرتا ہے۔ تجمل ایک سرمایہ دار ہے جبکہ اختر ایک مصور۔ دو سال قبل اختر ایک تنگ و تاریک گلی کے ایک خستہ مکان میں رہتا تھا۔اس نے بے شمار تصویریں بنائیں لیکن اسے ان کا کوئی خاطر خواہ معاوضہ نہ ملا، تصویروں کی ایک نمائش گاہ میں اس کی ملاقات تجمل سے ہوتی ہے تجمل اُس کے فن کو سراہتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لے آتا ہے اور باقاعدہ اسے تصویریں بنانے کے لیے کمرا اور دوسرا ساز وسامان فراہم کرتا ہے۔اختر کی معاشی حالت بھی سدھر جاتی ہے تجمل اختر کی بنائی ہوئی تصویروں سے پیسہ بھی کماتا ہے اور شہرت بھی کچھ ہی عرصہ بعد اختر کو یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ اس کے فن کے ساتھ زیادتی ہورہی ہے۔ تجمل اس کو محض دولت اور شہرت کے لیے استعمال کر رہا ہے۔اسی دوران اختر کو اس کا ایک اہم پیشہ دوست نیازی کہتا ہے کہ اگر تم تصویریں نہیں بنا سکتے تو میں تمہارے لئے تصویریں بناتا ہوں۔ تم مجھے اس کا معاوضہ دے دینا میرے حالات کچھ بہتر ہو جائیں گے۔اختر ناچاہتے ہوئے بھی ہامی بھرلیتا ہے اس طرح نیازی اُسے تصویریں بنا کر دیتا ہے وہ اختر کے نام سے بازار میں آتی ہیں۔اِس طرح نیازی کو پیسے ،اختر کو بنی بنائی تصویریں اور تجمل کو فن کی قدر افزائی اور مصور نوازی کے لیے سوسائٹی میں عزت واحترام ملتا رہتا ہے۔ کچھ عرصہ یہ سلسلہ چلتا ہے۔ایک دن ایک تصویری مقابلے میں اختر کی تصویر کو پہلا انعام ملتا ہے اخبار میں یہ خبر لگتی ہے۔ تجمل بڑی خوشی کے ساتھ اختر کو مبارک باد پیش کرتا ہے۔ لیکن اختر ضمیر کی عدالت میں کھڑا ہے کیونکہ اول انعام والی تصویر تو نیازی کی بنائی ہوئی ہے۔ تجمل حیران ہوتا ہے کہ اختر کو کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ وجہ پوچھنے پر اختر اپنے جذبات کو قابو میں نہیں رکھ پاتا اور صاف صاف بتادیتا ہے کہ اول انعام پانے والی تصویر اور دوسری تمام تصویریں دراصل اس نے نہیں بنائیں بلکہ اُس کے دوست نیازی نے بنائی ہیں تجمل برہم ہو جاتا ہے کہ وہ اسے دھوکہ دیتا رہا ہے۔اختر تجمل کو مجرم ٹھہراتا ہے کہ آپ نے فن کی قدر کرنے کی بجائے اُسے پیسے اور شہرت کا ذریعہ بنایا ہے۔اتنے میں تجمل کا پرائیویٹ سیکرٹری رؤف کمرے میں داخل ہوتا ہے اور اختر کو بتاتا ہے کہ اس کے دوست نیازی نے آج صبح خودکشی کرلی ہے۔اختر پاگلوں کی طرح چیخنے لگتا ہے اور تجمل سے کہتا ہے کہ تم قاتل ہو تم قاتل ہو۔ تم نے نیازی کا خون کیا ہے۔ تجمل اُسے پاگل قرار دیتے ہوئے رؤف سے کہتا ہے کہ اسے گھر سے باہر نکال دو اور کسی پاگل خانے میں یا پولیس اسٹیشن چھوڑ آؤ رؤف اختر کو زبردستی باہر لے جاتا ہے۔ جبکہ تجمل اپنے ماتھے پر آیا ہوا پسینہ صاف کرتا ہے۔اس طرح دولت وشہرت کے قالین پر فن کا لہو بہہ جاتا ہے۔

مشق

سوال 1: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں۔

(الف) تجمل نے اختر کے بارے میں کس قسم کے خیالات کا اظہار کیا؟

جواب: تجمل نے اختر کے بارے میں کہا کہ ان لوگوں کی عادت ہے کہ وہ کسی نہ کسی سوچ میں ڈوبے رہتے ہیں اور الگ تھلگ رہنا چاہتے ہیں۔

(ب) اختر کا حلیہ بیان کیجیے۔

جواب: اختر ادھیڑ عمر کا شخص، سر کے بال بکھرے ہوئے، آنکھیں شب بیداری کی وجہ سے سرخ، لباس پاجامہ اور قمیض، آستینیں چڑھی ہوئی، آنکھوں کے گرد حلقے زیادہ نمایاں ہیں۔

(ج) اختر کو کون تصویریں بنا کر دیتا تھا؟

جواب: اختر کو اس کا دوست نیازی تصویریں بنا کر دیتا تھا۔

(د) نیازی نے اپنی تصویریں اختر کے حوالے کیوں کیں؟

جواب: نیازی ایک غریب انسان تھا۔ وہ معاوضے کی خاطر اپنی تصویریں اختر کو بیچتا تھا کہ اس معاوضے سے اپنا اور اپنے گھر والوں کا عزت و آبرو کے ساتھ پیٹ پال سکے۔

(ہ) تصویریں اختر کی نہیں ہیں۔ اس انکشاف پر تجمل کا ردعمل کیا تھا؟

جواب: تصویریں اختر کی نہیں ہیں، اس انکشاف پر تجمل کو دھچکا سا لگا اور تجمل اختر سے کہنے لگا کہ تم مجھے اب تک دھوکہ دیتے رہے۔

(و) سردار تجمل حسین کی کوٹھی کا نام کیا تھا؟

جواب: سردار تجمل حسین کی کوٹھی کا نام "النشاط" تھا۔

(ز) تجمل کی عمر کتنی تھی؟

جواب: تجمل کی عمر چالیس اور پینتالیس سال کے درمیان تھی۔

(ح) تجمل نے اختر کو کون سی خوشخبری سنائی؟

جواب: تجمل نے اختر کو خوشخبری سنائی کہ اس کی تصویر نے پہلا انعام حاصل کیا ہے۔

(ط) اختر دو سال قبل کہاں رہتا تھا؟

جواب: اختر دو سال قبل ایک تنگ و تاریک گلی کے ایک خستہ اور بدنما مکان میں رہتا تھا۔

(ی) اختر کے نزدیک نیازی کا قاتل کون تھا؟

جواب: اختر کے نزدیک نیازی کا قاتل سردار تجمل تھا۔

سوال 2: میرزا ادیب نے اس ڈرامے میں کیا پیغام دیا ہے؟

جواب: میرزا ادیب نے اس ڈرامے میں یہ پیغام دیا ہے کہ آج کے دور میں فن کی قدر کرنے کی بجائے فن کو دولت کے بل بوتے پر خریدا جاتا ہے جو کہ فن کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔

سوال 4: اس ڈرامے کے کرداروں کے نام لکھیں۔

جواب:

بابا	نوکر
تجمل	ایک سرمایہ دار
اختر	مصور
رؤف	تجمل کا پرائیویٹ سیکرٹری

سوال 5: مندرجہ ذیل الفاظ کی جمع لکھیں۔

جوابات:

الفاظ	جمع	الفاظ	جمع	الفاظ	جمع
منظر	مناظر	تصویر	تصاویر	باغ	باغات
خبر	اخبار	انعام	انعامات	تکلیف	تکالیف

سوال 6: متن کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) ججوں نے تمہاری تصویر کو ---------- کا مستحق قرار دیا ہے۔ (اول انعام)

(ب) میں نے تفصیل معلوم کرنے کے لیے ------ کو بھیج دیا ہے۔ (رؤف)

(ج) تم نے ملک کے تمام ---------- کے مقابلے میں یہ انعام جیتا ہے۔ (مصوروں)

(د) تمہیں مبارک باد دینے شہر کے ---------- آرہے ہیں۔ (معززین)

(ہ) سنا ہے -------- پر کبھی کبھی ---------- بھی پڑتے ہیں۔ (آرٹسٹوں، دورے)

(و) میرے --------- کی بہتری اسی میں ہے کہ یہاں سے چلا جاؤں۔ (فن)

(ز) آپ کے -------- کا ------- ابھی زمین بوس ہو جائے گا۔ (تصورات، شیش محل)

(ح) آپ سب کچھ سمجھ جائیں گے، یہ کوئی --------- نہیں ہے۔ (معما)

(ط) آج سے دو سال پہلے میں ایک --------- گلی کے ایک خستہ اور ------- مکان میں رہتا تھا۔ (تنگ و تاریک، بدنما)

(ی) قانون تمہیں کچھ نہیں کہے گا، مگر -------- کی نظروں میں تم ------ ہو۔ (انسانیت، قاتل)

سوال 7: اعراب کی مدد سے تلفظ واضح کریں۔

جوابات:

تَجَمُّل	مُصَوِّر	مُتَعَجِّب
مُستَحَق	اِعزاز	مُعَزَّزِین
اِہتِمام	سَنجِیدَہ	مُعامَلَہ

سوال 8: مذکر اور مونث الگ الگ کریں۔

جوابات:

مذکر: پاجامہ، اخبار، مصور، مہمان

مونث: سرکار، قمیص، تصویر، جھونپڑی، توہین، نمائش

سوال 9: کالم (الف) میں دیئے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

جوابات:

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
تجمل	مصور	سرمایہ دار
بابا	سیکرٹری	نوکر
میرزاادیب	سرمایہ دار	ڈرامانگار
رؤف	ڈرامانگار	سیکرٹری
اختر	نوکر	مصور

سوال 10: درج ذیل کے معانی لکھیں اور جملوں میں استعمال کریں۔

جوابات:

الفاظ	معانی	جملے
فن کار	فن کا حامل	اختر ایک فن کار تھا۔
شب بیداری	رات کو جاگنا	شب بیداری کے باعث اسلم پر نیند کا غلبہ ہے۔
خوش خبری	اچھی خبر	میں تمہارے لئے ایک خوش خبری لایا ہوں۔
اعزاز	عزت	قومی کرکٹ ٹیم کی فتح ملک کے لیے اعزاز ہے۔
کارنامہ	بڑا کام	ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا پاکستان کو ایٹمی قوت بنانا ایک بڑا کارنامہ ہے۔
شیش محل	شیشوں کا محل	شہزادی شیش محل میں رہتی ہے۔
کش مکش	الجھن، خلش	پاکستان اور بھارت کے درمیان کشمیر کے مسئلے پر کشمکش جاری ہے۔
نمائش گاہ	دکھانے کی جگہ	فن پاروں کی نمائش گاہ میں لوگوں کی بھیڑ تھی۔
سرپرستی	سہارا، نوازنا	قائداعظم کی سرپرستی میں پاکستان ترقی کی راہ پر گامزن تھا۔
مصور نواز	تصویریں بنانے والوں کا قدردان	تجمل ایک مصور نواز شخص تھا۔

کثیر الانتخابی سوالات

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1-میرزا ادیب کا اصلی نام تھا:

(الف) بہادر علی (ب) میرزا ادیب بیگ (ج) دلاور علی (د) دلاور فگار

2-میرزا ادیب کا قلمی نام تھا:

(الف) دلاور فگار (ب) مرزا فرحت اللہ (ج) ناصر کاظمی (د) میرزا ادیب

3-میرزا ادیب نے میٹرک کیا:

(الف) 1931ء (ب) 1932ء (ج) 1933ء (د) 1934ء

4-اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ واقع ہے:

(الف) امرتسر میں (ب) دہلی میں (ج) لاہور میں (د) لدھیانہ میں

5-میرزا ادیب نے بی۔اے آنرز کیا تھا:

(الف) اسلامیہ کالج لاہور سے (ب) گورنمنٹ کالج لاہور سے (ج) ایم۔اے۔او کالج لاہور سے (د) پنجاب یونیورسٹی سے

6-میرزا ادیب نے بی۔اے اونرز کب کیا؟

(الف) 1933ء میں (ب) 1935ء میں (ج) 1936ء میں (د) 1937ء میں

7-میرزا ادیب نے اسلامیہ کالج لاہور سے امتحان پاس کیا:

(الف) ایم۔اے (ب) ایف۔اے (ج) بی۔اے آنرز (د) پی۔ایچ۔ڈی

8-میرزا ادیب نے ادبی زندگی کا آغاز کیا:

(الف) 1935ء میں (ب) 1936ء میں (ج) 1937ء میں (د) 1938ء میں

9- تجمل پسینا پونچھتا ہے:

(الف) چہرے کا (ب) پیشانی کا (ج) ہاتھ کا (د) ناک کا

10-میرزا ادیب نے ابتداء میں ـــــــ کی طرف توجہ دی:

(الف) سیاست (ب) شعر و شاعری (ج) فلاح و بہبود (د) عوام

11-میرزا ادیب کی وجہ شہرت ـــــــ کی وجہ سے ہے:

(الف) افسانہ اور ڈرامہ نگاری (ب) شعر و شاعری (ج) مکتوب نگاری (د) انشاء پردازی

12- میرزا ادیب نے کس رسالہ کی ادارت سنبھالی؟

(الف) گوشہ ادب (ب) گوشہ لطیف (ج) ادب لطیف (د) لطیفِ ادب

13- تجمل کی آواز آہستہ آہستہ ہونے لگتی ہے:

(الف) بلند (ب) کم (ج) زیادہ (د) ڈوبنے

14-میرزا ادیب نے ملازمت اختیار کی:

(الف)اخبار "نوائے وقت" میں (ب) پاکستان ٹیلی ویژن میں (ج) ریڈیو پاکستان میں (د) اخبار "مشرق" میں

15-میرزاادیب ــــــ ڈرامہ نگاری میں اہم مقام رکھتے ہیں:

(الف) یک بابی اور ریڈیائی (ب) یک بابی اور ٹیلی (ج) ٹیلی اور ریڈیائی (د) ٹیلی اور اسٹیج

16-یک بابی ڈرامے کو فروغ ملا:

(الف) انگریزی ادب میں (ب) فارسی ادب میں (ج) عربی ادب میں (د) اردو ادب میں

17-اردو ادب میں یک بابی ڈرامے کو فروغ ملا:

(الف) سقوطِ ڈھاکہ کے بعد (ب) تقسیمِ ہند کے بعد (ج) تقسیمِ کشمیر کے بعد (د) جنگ آزادی کے بعد

18-میرزاادیب معاشرے کے تھے:

(الف) مردم شناس (ب) نبض شناس (ج) ہمدرد (د) مہربان

19-میرزاادیب کے ڈراموں کے موضوعات ــــــ متعلق ہیں:

(الف) طنز و مزاح سے (ب) شوخی و ظرافت سے (ج) عام اور روز مرہ زندگی سے (د) دکھ اور کرب سے

20-میرزاادیب نے اپنے معاشرے کی انسانی ــــــ کو خاص اہمیت دی ہے:

(الف) دکھ سکھ (ب) خوشیوں (ج) تکلیفوں (د) خواہشات اور توقعات

21-تجمل رؤف سے کہتا ہے اس ــــــ کو نکال دو:

(الف) دیوانے (ب) مجرم (ج) پاجی (د) ملزم

22-میرزاادیب نے کردار نگاری کے سلسلے میں کام لیا ہے:

(الف) تجربے سے (ب) کامیابی سے (ج) انمول بصیرت سے (د) دل و دماغ سے

23-اختر کا موقف ہے کہ تجمل سوسائٹی کا خوف ناک ہے:

(الف) ملزم (ب) دشمن (ج) مجرم (د) دوست

24-میرزاادیب نے زندگی کے عام کرداروں کو ــــــ کرداروں کا درجہ دیا ہے:

(الف) معاشرتی (ب) سماجی (ج) سیاسی (د) ڈرامائی

25-میرزاادیب کے ڈراموں کے مکالمے نہایت برجستہ، مختصر اور ــــــ ہوتے ہیں:

(الف) مزاحیہ (ب) طنزیہ (ج) برمحل (د) طربیہ

26-نصاب میں شامل میرزاادیب کے ڈرامے کا عنوان ہے:

(الف) فاطمہ برناوی (ب) فاطمہ بنت عبداللہ (ج) آرام و سکون (د) لہو اور قالین

27-ڈراما "لہو اور قالین" میں نوکر کے کردار کا نام ہے:

(الف) شرفو (ب) نام دیو (ج) بابا (د) للّو

28-ڈراما "لہو اور قالین" میں سرمایہ دار کا نام ہے:

(الف) اکمل (ب) تجمل (ج) مزمل (د) عبدالرشید

29-ڈراما "لہو اور قالین" میں اختر کا کردار ہے:

(الف)شاعر کا (ب) باپ کا (ج)نوکر کا (د)مصور کا

30- تجمل کے پرائیویٹ سیکرٹری کا نام ہے:

(الف)رشید (ب)معراج (ج)رؤف (د)سراج

31- سردار تجمل حسین کی کوٹھی کا نام ہے:

(الف)النشاط (ب)المسرت (ج)الضیاء (د)التجمل

32- ڈراما کے پہلے منظر میں ڈرامہ نگار نے کی ہے:

(الف)ڈرامہ نگاری (ب)منظر نگاری (ج)عکس بندی (د)فلم بندی

33- تجمل صاحب کی عمر ــــــ کے درمیان ہوگی:

(الف)30اور40 (ب)35اور40 (ج)40اور45 (د)45اور50

34- تجمل صاحب کی صحت تھی:

(الف)نہایت اچھی (ب)نہایت خراب (ج)نہایت کمزور (د)نہایت بہتر

35- تجمل صاحب کے جسم پر سوٹ تھا:

(الف)پرانا (ب)نیا (ج)پھٹا پرانا (د)قیمتی

36- اختر باغ میں کیا کر رہا تھا:

(الف)لیٹا تھا (ب)بیٹھا تھا (ج)ٹہل رہا تھا (د)سو رہا تھا

37- اختر میاں کے ہاتھ میں کیا نظر آیا:

(الف)کتاب (ب) قلم (ج)کاپی (د)چھڑی

38- بابا کمرے میں صفائی کے لیے آتا تھا:

(الف)دس پندرہ منٹ کے لیے (ب)پانچ دس منٹ کے لیے (ج)پندرہ بیس منٹ کے لیے (د)بیس پچیس منٹ کے لیے

39- تجمل صاحب نے بابا کو کسے بلانے کے لیے کام؟

(الف)اکبر کو (ب) جمیل کو (ج)اختر کو (د)ملازم کو

40- تجمل آگے بڑھ کر دیکھتا ہے:

(الف)بابا کو (ب) کینوس کو (ج)اختر کو (د)تصویر کو

41- اختر شخص تھا:

(الف)نوجوان (ب) گبھرو (ج)بوڑھا (د)ادھیڑ عمر

42- اختر کے سر کے بال تھے:

(الف)خوبصورت (ب)بکھرے ہوئے (ج)سنورے ہوئے (د)سفید

43- اختر کی آنکھیں تھیں:

(الف)سیاہ (ب)سفید (ج)سرخ (د)بند

44- اختر کی آنکھیں سرخ کیوں تھیں:

(الف) کھلی ہونے کی وجہ سے (ب) سونے کی وجہ سے (ج) شب بیداری کی وجہ سے (د) آوارہ گھومنے کی وجہ

45-اختر کا لباس کیسا تھا؟

(الف) پاجامہ قمیض (ب) کوٹ پتلون (ج) دھوتی کرتا (د) بوشرٹ پتلون

46-اختر کی چڑھی ہوئی تھیں:

(الف) آنکھیں (ب) آستینیں (ج) بھنویں (د) پلکیں

47-اختر کی آنکھوں کے گرد نمایاں تھے:

(الف) رنگ (ب) سیاہی (ج) سفیدی (د) حلقے

48- تجمل اختر کو سنانا چاہتا تھا:

(الف) افواہ (ب) خوشخبری (ج) بری خبر (د) گالیاں

49- تجمل کو فون کیا تھا:

(الف) ایک دوست نے (ب) اختر نے (ج) بابا نے (د) دشمن نے

50-اختر کی بنائی ہوئی تصویر کو انعام کا مستحق قرار دیا:

(الف) سوئم (ب) چہارم (ج) اوّل (د) دوم

51- تجمل نے انعام کی تفصیل کے لیے بھیجا:

(الف) رؤف کو (ب) اختر کو (ج) بابا کو (د) ملازم کو

52-اختر کو انعام کے بارے میں کیسے علم ہوا؟

(الف) ریڈیو سے (ب) ٹیلی ویژن سے (ج) اخبار سے (د) انٹرنیٹ سے

53- تجمل اختر کی بے نیازی پر ہوا:

(الف) افسردہ (ب) پریشان (ج) خوش (د) متعجب

54- تجمل کے خیال میں اختر کا یہ کارنامہ ہے:

(الف) بڑا (ب) معمولی (ج) چھوٹا (د) شاندار

55- تجمل کے خیال میں اختر کا یہ اعزاز نہیں ہے:

(الف) بہت بڑا (ب) معمولی (ج) چھوٹا (د) شاندار

56- تجمل نے اختر کے اعزاز میں شام کو اہتمام کیا:

(الف) چائے کا (ب) کھانے کا (ج) دعوت کا (د) ناشتے کا

57-اختر کو مبارک باد دینے کے لیے شہر کے آرہے ہیں:

(الف) لوگ (ب) شہری (ج) مصور (د) معززین

58- تجمل کے گھر سے اختر کا جانا اس کی ہے:

(الف) خوشی (ب) توہین (ج) بے عزتی (د) عزت

59-اختر دنیا سے الگ تھلگ رہ کر کرتا رہتا ہے:

(الف)1سال پہلے (ب)2سال پہلے (ج)تین سال پہلے (د)4سال پہلے

75-اختر کے بقول کہ وہ ایک مخلص، قلاش اور گمنام ہے:

(الف)انسان (ب)مصور (ج)کاریگر (د)فنکار

76-اختر کا خیال تھا کہ تجمل کے سینے میں دھڑکنے والا دل ہے:

(الف)دیوانہ (ب)انسانیت نواز (ج)مہمان نواز (د)دل نواز

77-میں اپنے غربت کدے سے نکل کر فن کی کر سکوں:

(الف)شہرت (ب)خدمت (ج)بدنامی (د)مایوسی

78-میں نے آپ کی ذات کے بارے میں جو کچھ سوچا ہے وہ محض میری ہے:

(الف)غلط فہمی (ب)خوش فہمی (ج)کم عقلی (د)کند ذہنی

79-آپ کی سرپرستی محض ہے:

(الف)ایک اشتہار (ب)ایک حقیقت (ج)ایک جھوٹ (د)ایک بناوٹ

80-اس سرپرستی میں ایک خاص چھپا ہوا ہے:

(الف)ارادہ (ب)سچ (ج)جھوٹ (د)مقصد

81-یہ احساس میرے لئے ثابت ہو رہا ہے:

(الف)تکلیف (ب)سوہانِ روح (ج)دکھ (د)مصیبت

82-تجمل کو اختر کے الفاظ سے لگا:

(الف)صدمہ (ب)دھچکا (ج)خدشہ (د)دھکا

83-تمہیں اپنے ——— کو جلی کٹی سناتے ہوئے شرم نہیں آتی:

(الف)دوست (ب)محسن (ج)بھائی (د)مالک

84-تجمل اختر سے! تم کیا ہو؟ احسان فراموش، چور، ———

(الف)ملزم (ب)مجرم (ج)دشمن (د)گناہ گار

85-رؤف کے آنے پر دونوں ہو جاتے ہیں:

(الف)گم صم (ب)روپوش (ج)خاموش (د)پوشیدہ

86-رؤف کے مطابق پہلا انعام ملا ہے:

(الف)رؤف کو (ب)بابا کو (ج)تجمل کو (د)اختر کو

87-رؤف اخبار نکالتا ہے:

(الف)بغل سے (ب)دراز سے (ج)ٹوکری سے (د)مشین سے

88-رؤف، اختر اور تجمل کو دیکھ کر ہو جاتا ہے:

(الف)پریشان (ب)گم صم (ج)خاموش (د)حیران

89-رؤف جانے لگتا ہے:

(الف)دروازے کی طرف (ب) کھڑکی کی طرف (ج) تجمل کی طرف (د)اختر کی طرف

90-رؤف کو اختر کا کوئی راستے میں ملا:

(الف)دوست (ب)دشمن (ج)افسر (د)واقف کار

91-اختر کے مصور دوست کا نام ہے:

(الف)نیازی (ب) تجمل (ج)رؤف (د)دلبر

92-نیازی نے آج صبح کرلی:

(الف)دوستی (ب)دشمنی (ج)خودکشی (د)روانگی

93-نیازی جانے سے پہلے مر چکا تھا:

(الف)گھر (ب)ہسپتال (ج)ملک (د)شہر

94-اختر تجمل سے مخاطب ہو کر! انسانیت کی نظروں میں تم ہو:

(الف)دوست (ب)قاتل (ج)دشمن (د)ہمدرد

95-تم نے ایک مصور کے فن کو موت کے گھاٹ ـــــــ ہے۔

(الف)اتارا (ب)چڑھایا (ج)باندھا (د)کھولا

96-اختر تجمل سے مخاطب ہو کر تمہارے ہاتھ خون سے ہوئے ہیں:

(الف)رنگے (ب)دھلے (ج)صاف (د)گندے

جوابات:

1-ج	2-د	3-الف	4-ج	5-الف
6-ب	7-ج	8-ب	9-ب	10-ب
11-الف	12-ج	13-د	14-ج	15-الف
16-د	17-ب	18-ب	19-ج	20-د
21-ج	22-ج	23-ج	24-د	25-ج
26-د	27-ج	28-ب	29-د	30-ج
31-الف	32-ب	33-ج	34-الف	35-د
36-ج	37-د	38-ب	39-ج	40-ب
41-د	42-ب	43-ج	44-ج	45-الف
46-ب	47-د	48-ب	49-الف	50-ج

51-الف	52-ج	53-د	54-الف	55-ب
56-الف	57-د	58-ب	59-الف	60-ب
61-ب	62-د	63-ج	64-ب	65-ب
66-ج	67-ب	68-د	69-ب	70-الف
71-ج	72-الف	73-د	74-ب	75-ب
76-ب	77-ب	78-ب	79-الف	80-د
81-ب	82-ب	83-ب	84-ب	85-ج
86-د	87-الف	88-د	89-الف	90-د
91-الف	92-ج	93-ب	94-ب	95-الف
96-الف				

9 - امتحان

مرزا فرحت اللہ بیگ

خلاصہ

مرزا فرحت اللہ بیگ کا شمار اردو کے ممتاز مزاح نگاروں میں ہوتا ہے۔اُن کا اندازِ تحریر سادہ اور پُر لطف ہے۔اس سبق میں وہ کہتے ہیں کہ لوگ امتحان کے نام سے گھبراتے ہیں لیکن مجھے ان کے گھبرانے پر ہنسی آتی ہے۔بندے پر امتحان کا نہ رتی برابر اثر پہلے تھا اور نہ اب ہے آخر امتحان ایسا کیا ہوتا ہے ؟دو صورتیں ہیں فیل یا پاس اس سال کامیاب نہ ہوئے تو اگلے سال سہی۔جی چاہتا ہے کہ تمام عمر امتحان ہوتے ہی رہیں لیکن پڑھنے اور یاد کرنے کی شرط اٹھا دی جائے۔میں نے دو سال میں لاء کلاس کا کورس مکمل کر لیا مگر کس طرح کیا؟لو سنو! شام کو یاروں کے ساتھ ٹہلنے نکلتا،واپسی پر کلاس میں بھی جھانک آتا،منشی صاحب دوست تھے اور لیکچرار صاحب پڑھانے میں غرق،حاضری کی تکمیل میں کچھ دشواری نہ تھی۔قبلہ والد صاحب بہت خوش تھے کہ بیٹے کو قانون کا شوق ہو چلا ہے۔کسی زمانے میں بڑے بڑے وکیلوں کے کان کترے گا،بہر حال "لا کلاس" کا صداقت نامہ ملا تو والد صاحب امتحان وکالت کی تیاری کے لیے سر ہو گئے۔میں نے تقاضا کیا کہ علیحدہ کمرہ مل جائے تو محنت کروں۔والدہ نے اپنے آرام کرنے کا کمرہ خالی کر دیا۔میں نے دروازوں کے شیشوں پر کاغذ چپکا دیے۔لیمپ روشن کر کے شام سات بجے سو جاتا اور صبح نو بجے اٹھتا۔اگر کسی نے آواز دی تو ڈانٹ دیتا کہ خواہ مخواہ میری پڑھائی میں مخل نہ ہوں۔بعض اوقات والدین کہتے کہ اتنی محنت نہ کیا کرو۔لیکن زمانے کی ترقی کا نقشہ کھینچ کر ان کا دل خوش کر دیتا۔قصہ مختصر امتحان میں شرکت کی درخواست دی گئی اور ایک دن ایسا آیا کہ ہم امتحان گاہ میں پہنچ گئے۔گو کچھ بھی یاد نہیں کیا تھا لیکن دو وجہ سے کامیابی کی امید تھی۔اوّل تو "امداد غیبی" "دوسرے پرچوں کی الٹ پھیر"۔پونے دس بجے گھنٹی بجی اور ہم بسم اللہ کہہ کر امتحان کے کمرے میں داخل ہوئے۔یہاں ایک بہت خلیق اور ہنس مکھ نگران تھے،مجھے جگہ نہیں ملتی تھی،میں نے ان سے کہا،وہ میرے ساتھ ہو لیے،جگہ بتائی اور بڑی دیر تک ہنس ہنس کر باتیں کرتے رہے۔میں سمجھا چلو بیڑا پار ہے۔اللہ دے اور بندہ لے۔ٹھیک دس بجے پرچہ تقسیم ہوا۔میں نے پرچہ لیا اور کئی مرتبہ اول سے آخر تک پڑھ گیا۔لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ کس مضمون کا ہے۔میں کھڑا ہو گیا۔گارڈ صاحب فوراً آئے۔میں نے پوچھا جناب یہ پرچہ کس مضمون کا ہے ؟وہ مسکرائے،زبان سے تو کچھ نہ کہا مگر پرچے کے عنوان پر انگلی رکھ دی۔اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ "اصولِ قانون" کا پرچہ ہے۔دل کھل گیا۔میں نے بھی قلم اٹھا کر لکھنا شروع کر دیا۔اپنے برابر والے سے پوچھنے کی کوشش بھی کی،کچھ اِدھر اُدھر نگاہ بھی دوڑائی،مگر گارڈ صاحب تاڑ گئے تھے۔ذرا میں نے گردن پھیری اور انہوں نے آواز دی کہ "جناب اپنے پرچے پر نظر رکھیے"۔غرض اس طرح امتحان کے تمام دن گزر گئے۔اب ممتحنوں کے پاس سفارش کی سوجھی۔والد صاحب ایک زبردست سفارشی چٹھی لے کر ایک صاحب کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ خادم زادہ اس سال امتحان میں شریک ہوا ہے۔اگر آپ کوشش فرمائیں تو یہ خانہ زاد ہمیشہ ممنون احسان رہے گا۔وہ بہت ہنسے اور دوسرے لوگوں سے جو سلام کو حاضر ہوئے تھے،فرمانے لگے: یہ عجیب درخواست ہے،ان کا بیٹا تو امتحان دے اور خوش کوشش میں کروں۔بندہ خدا اپنے لڑکے سے کہو کہ وہ خود کوشش کرے۔بیچارے بڑے میاں ایسے نادم ہوئے کہ پھر کسی کے پاس نہ گئے۔کچھ عرصہ کے بعد نتیجہ شائع ہوا تو کم ترین جملہ مضامین میں بدرجہ اعلیٰ فیل ہوا۔والد صاحب کو بہت دکھ ہوا۔نمبروں کی نقل حاصل کی اور بالآخر یہی نتیجہ اخذ کیا گیا کہ کسی بدمعاش چپراسی نے

پرچے بدل دیے۔ ورنہ ممکن نہ تھا کے برابر تین گھنٹے لکھا جاتا اور صفر ملتا۔ مجھے تعجب تھا کیونکہ میں نے پرچے کچھ ایسے بُرے نہ کیے تھے۔ والد صاحب نے فرمایا بیٹا! گھبرانے کی کوئی بات نہیں، اس سال نہیں، آئندہ سال سہی۔ آخر کہاں تک بے ایمانی ہو گی۔ سو دن چور کے تو ایک دن شاہ کا۔

مشق

سوال 1: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں۔

(الف) مضمون نگار کو امتحان سے گھبرانے والوں پر ہنسی کیوں آتی ہے؟

جواب: مضمون نگار کو امتحان سے گھبرانے والوں پر ہنسی اس لیے آتی ہے کہ اس سے گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ امتحان میں دو ہی صورتیں ہیں، فیل یا پاس، اگر فیل ہو گئے تو اگلی مرتبہ سہی۔

(ب) جوں جوں امتحان کے دن قریب آتے جاتے، مضمون نگار کے دوستوں اور ہم جماعتوں کا کیا حال ہوتا؟

جواب: جوں جوں امتحان کے دن قریب آتے جاتے، مضمون نگار کے دوستوں کے حواس اور اُن کا دماغ مختل ہو جاتا۔

(ج) مضمون نگار نے کون سا امتحان دیا تھا؟

جواب: مضمون نگار نے لاء کلاس کا امتحان دیا تھا۔

(د) مضمون نگار نے امتحان دیا تو نتیجہ کیا نکلا؟

جواب: مضمون نگار بدرجہ اعلیٰ فیل ہوا۔

(ہ) مضمون نگار کے والد نے کس طرح اسے تسلی دی؟

جواب: مضمون نگار کے والد نے فرمایا: بیٹا گھبرانے کی کوئی بات نہیں، اس سال نہیں آئندہ سال سہی آخر کہاں تک بے ایمانی ہو گی۔

سوال 3: مندرجہ ذیل الفاظ اور تراکیب کے معانی لکھیں۔

مختل: برہم۔ بگڑا ہوا۔ پریشان۔

مستغرق: مصروف۔ ڈوبا ہوا۔ محو۔

محویت: انہماک۔ فریفتگی۔ گمشدگی۔

امدادِ غیبی: باہر کی مدد۔ باہر سے مدد کرنے والا۔ وسیلہ کرنے والا۔

ممتحن: امتحان لینے والا۔ جانچنے والا۔

تشفی: تسلی۔ شفا پانا۔ تسکین۔ دل جمعی۔

اشک شوئی: تسلی دینا۔ دلاسا دینا۔ آنسو پونچھنا۔

کم ترین: تھوڑا سا۔ ذرا سا۔ خفیف۔

بدرجہ اعلیٰ: اعلیٰ درجہ کا۔

خادم: شاگرد۔ نوکر۔ خدمت کرنے والا۔ (جمع خدام۔ خدم)

سوال 4: واحد الفاظ کی جمع لکھیں۔

جوابات:

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
امتحان	امتحانات	خیال	خیالات	مشغلہ	مشاغل
وکیل	وکلاء	ممتحن	ممتحنین	تدبیر	تدابیر
مضمون	مضامین				

سوال 5: اعراب لگا کر تلفظ واضح کریں۔

حَوَاس، مُختَل، مَشْغَلَہ

خَلِیق، مُستَغرِق

سوال 6: متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جوابات کی نشاندہی کریں۔

(الف) بندے پر امتحان کا اثر نہیں تھا۔

(الف) ✓ رتی بھر (ب) ذرا برابر (ج) بالکل (د) معمولی

(ب) طالب علم نے کتنے سال میں لا کلاس کا کورس پورا کیا؟

(الف) چار سال میں (ب) ✓ دو سال میں (ج) تین سال میں (د) پانچ سال میں

(ج) لا کالج میں کون طالب علم کا دوست تھا؟

(الف) لیکچرار صاحب (ب) پرنسپل صاحب (ج) ✓ منشی صاحب (د) چوکیدار

(د) طالب علم نے کس سے پوچھا کہ یہ پرچہ کس مضمون کا ہے؟

(الف) نگران صاحب سے (ب) ✓ گارڈ صاحب سے (ج) سپرنٹنڈنٹ سے (د) کسی طالب علم سے

(ہ) طالب علم کتنی دیر میں کمرے سے باہر نکل آتا؟

(الف) ایک گھنٹے بعد (ب) ✓ آدھا گھنٹا بعد (ج) دو گھنٹے بعد (د) تین گھنٹے بعد

سوال 7: متن کو پیش نظر رکھتے ہوئے خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) لوگ -------- کے نام سے گھبراتے ہیں لیکن مجھے ان کے ------- پر ہنسی آتی ہے۔ (امتحان، گھبرانے)

(ب) والد صاحب قبلہ ------- تھے کہ بیٹے کو ------- کا شوق ہو چلا ہے۔ (خوش، قانون)

(ج) کسی زمانے میں بڑے بڑے -------- کے کان کترے گا۔ (وکیلوں)

(د) لیمپ روشن کر کے آرام سے -------- سو جاتا اور صبح ------- اٹھتا۔ (سات بجے، نو بجے)

(ہ) قصہ مختصر درخواست شرکت دی گئی اور -------- ہو گئی۔ (منظور)

(و) یہاں ایک بہت ------- اور -------- نگرانِ کار تھے۔ (خلیق، ہنس مکھ)

(ز) ایک ------ایک اصول قائم کرتا ہے، دوسرا اس کو توڑ دیتا ہے۔ (مقنن)

(ح) والد صاحب روز-------آجاتے اور -------- صحن میں بیٹھے رہتے۔ (گیارہ بجے، نیچے)

(ط) والد نے عرض کیا کہ --------اس سال امتحان میں شریک ہوا ہے۔ (خادم زادہ)

(ی) سو دن ------کے تو ایک دن------کا۔ (چور، شاہ)

سوال 8: متن کو مد نظر رکھ کر کالم (الف) میں دیئے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

جوابات:

کالم(الف)	کالم(ب)	کالم(ج)
فرحت اللہ بیگ	لاء کلاس	امتحان
فیل	مرتا	پاس
جینا	بڑھیا	مرنا
دو سال	امتحان	لاء کلاس
بڑھا	پاس	بڑھیا
تقدیر	ناکامیابی	تدبیر
مشکل	منظور	آسان
کامیابی	تدبیر	ناکامیابی
درخواست	آسان	منظور

کثیر الانتخابی سوالات

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1-مرزا فرحت اللہ بیگ پیدا ہوئے:

(الف)1883ء (ب)1885ء (ج)1886ء (د)1887ء

2-مرزا فرحت اللہ بیگ نے وفات پائی:

(الف)1947ء میں (ب)1948ء میں (ج)1951ء میں (د)1953ء میں

3-مرزا فرحت اللہ بیگ ـــــــ میں پیدا ہوئے:

(الف)دلی (ب)بمبئی (ج)کلکتہ (د)بنارس

4-مرزا فرحت اللہ بیگ نے دلی کالج سے بی۔اے کیا:

(الف)فورٹ ولیم (ب)علی گڑھ (ج)سینٹ اسٹیفنز (د)دہلی مسلم کالج

20-تمام عمر امتحان ہوتے رہیں لیکن شرط اٹھادی جائے:

(الف) لکھنے کی (ب) پڑھنے کی (ج) یاد کرنے کی (د) پڑھنے اور یاد کرنے کی

21-مرزا فرحت اللہ نے لاء کلاس کا کورس پورا کیا:

(الف) تین سال میں (ب) دو سال میں (ج) چار سال میں (د) ایک سال میں

22-مرزا فرحت اللہ کو لاء کلاس میں حاضری کی تکمیل میں دشواری نہ ہوتی کیونکہ دوست تھے:

(الف) لیکچرار (ب) کلرک (ج) منشی صاحب (د) پرنسپل

23-والد صاحب قبلہ خوش ہو چلے تھے کہ بیٹے کو شوق ہو چلا ہے:

(الف) ڈاکٹری کا (ب) ٹیچر بننے کا (ج) قانون کا (د) پڑھنے کا

24-دو سال ایسے گزرے جیسے:

(الف) طوفان (ب) خوشبو (ج) آندھی (د) ہوا

25-مرزا فرحت اللہ بیگ نے تقاضا کیا کہ امتحان ووکالت کی تیاری کروں گا جب مل جائے گا:

(الف) ایک استاد (ب) علیحدہ کمرہ (ج) علیحدہ گھر (د) ہوسٹل

26-مرزا فرحت اللہ بیگ کے پڑھنے کے لئے بڑی بی نے کمرہ خالی کروادیا:

(الف) کھانے والا (ب) مہمان خانہ (ج) سٹور (د) اپنا سونے کا

27-کمرے کے دروازے کے شیشوں پر مرزا فرحت اللہ نے چپکا دیا:

(الف) اخبار (ب) پھول (ج) کاغذ (د) گتا

28-مرزا فرحت اللہ بیگ لیمپ روشن کر کے آرام سے سو جاتا اور صبح 9 بجے اٹھتا:

(الف) سات بجے (ب) آٹھ بجے (ج) چھ بجے (د) دس بجے

29-مرزا فرحت اللہ بیگ ابھی کس امتحان کے لیے تیار نہیں تھے؟

(الف) ڈاکٹری کے (ب) وکالت کے (ج) سول جج کے (د) انجینئر کے

30-والد صاحب بولے محنت کی ہے تو شریک ہو جاؤ۔ کامیابی و ناکامی ——— کے ہاتھ ہے:

(الف) بندے (ب) خدا (ج) اپنے (د) ممتحن

31-میں نے لیکچر دے کر ثابت کر دیا کہ تدبیر کوئی چیز نہیں ہے۔ تمام کام چلتے ہیں:

(الف) محنت سے (ب) تگ و دو سے (ج) تقدیر سے (د) چالاکی سے

32-مرزا فرحت اللہ صاحب کو کامیابی کی امید تھی:

(الف) تین وجہ سے (ب) ایک وجہ سے (ج) دو وجہ سے (د) چار وجہ سے

33-مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب کو وکالت کے امتحان میں کامیابی کی امید تھی پرچوں کے الٹ پھیر سے اور:

(الف) نگران عملے سے (ب) ممتحن کی نرمی سے (ج) امداد غیبی سے (د) اللہ توکل

34-مرزا فرحت اللہ بیگ امتحان کے کمرے میں داخل ہوئے:

(الف) پونے گیارہ بجے (ب) پونے ایک بجے (ج) پونے بارہ بجے (د) پونے دس بجے

35-مرزا فرحت اللہ کے ہال میں پرچہ تقسیم ہوا:

(الف) دس بجے (ب) گیارہ بجے (ج) بارہ بجے (د) ساڑھے دس بجے

36-مصنف نے پرچہ اول سے آخر تک پڑھا:

(الف) ایک مرتبہ (ب) دو مرتبہ (ج) کئی مرتبہ (د) تین مرتبہ

37-پرچہ پڑھنے کے بعد مصنف کے چہرے پر تھا:

(الف) سرور (ب) سکون (ج) اطمینان (د) آرام و سکون

38-مصنف نے کہتے سنا پرچہ مشکل ہے:

(الف) طلباء کو (ب) ممتحن کو (ج) نگرانِ اول کو (د) نگرانِ کار کو

39-گارڈ صاحب نے انگلی عنوان پر رکھ کر بتایا کہ پرچہ ہے:

(الف) اصولِ تجارت کا (ب) اصولِ قانون کا (ج) کامرس کا (د) جغرافیہ کا

40-مرزا فرحت اللہ بیگ کے بقول کسی کتاب کو پڑھنے کی ضرورت نہیں:

(الف) اصول کے لیے (ب) تجارت کے لئے (ج) کامرس کے لیے (د) ریاضی کے لیے

41-کون اصول قائم کرتا ہے تو دوسرا اسے توڑ دیتا ہے؟

(الف) وزیر (ب) عدالتی نمائندہ (ج) چیف جسٹس (د) مقنّن

42-میرے ادھر ادھر دیکھنے پر بلائے ناگہانی کی طرح میرے سر پر کھڑے رہے:

(الف) گارڈ صاحب (ب) ممتحن صاحب (ج) نگران صاحب (د) چیف صاحب

43-دوسروں سے مدد نہ ملنے پر کن سے پوچھنے کا سوچا؟

(الف) ساتھی طلبہ سے (ب) ممتحن سے (ج) گارڈ صاحب سے (د) نگران صاحب سے

44-ایسی حالت میں کہ حرف ایک بھی یاد نہ ہو گزارنے مشکل ہوں گے:

(الف) 4 گھنٹے (ب) 6 گھنٹے (ج) 5 گھنٹے (د) 3 گھنٹے

45-کمرہ امتحان کے باہر والد صاحب روز آ بیٹھتے:

(الف) بارہ بجے (ب) ایک بجے (ج) گیارہ بجے (د) تین بجے

46-مصنف مرزا فرحت اللہ بیگ کمرے سے باہر نکل آنا چاہتے:

(الف) آدھ گھنٹے میں (ب) ایک گھنٹے میں (ج) دس منٹ میں (د) بیس منٹ میں

47-مصنف کمرہ امتحان سے نکلتے ہی والد صاحب سے شکایت کرتے:

(الف) نگران عملے کی (ب) گارڈ کی (ج) ممتحن کی (د) پرچے کی سختی کی

48-والد صاحب نے عرض کیا۔اس سال امتحان میں شریک ہوا ہے:

(الف) خانم زادہ (ب) خادم زادہ (ج) بیٹا (د) لختِ جگر

49-مرزا فرحت اللہ صاحب تمام مضامین میں فیل ہوئے:

(الف) چند نمبروں سے (ب) ایک دو، نمبروں سے (ج) بدرجہ اعلیٰ (د) صرف ایک نمبر سے

50-رزلٹ دیکھ کر قرار پایا:

(الف) پرچے بدل دیے (ب) درست نمبر نہیں دیئے (ج) دھاندلی ہوئی (د) اچھی جانچ نہ ہوئی

51-پرچے بدلنے کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا:

(الف) نگران عملے کو (ب) ممتحن کو (ج) طلباء کو (د) چپراسی کو

52-مضمون "امتحان" کس کتاب سے لیا گیا ہے؟

(الف) طوفانِ اشک (ب) امراؤ جان (ج) مضامینِ فرحت (د) یادگارِ غالب

جوابات:

1-الف	2-الف	3-الف	4-ج	5-د
6-الف	7-ج	8-ج	9-الف	10-د
11-ج	12-ب	13-الف	14-ج	15-الف
16-الف	17-الف	18-الف	19-الف	20-د
21-ب	22-ج	23-ج	24-د	25-ب
26-د	27-ج	28-الف	29-ب	30-ب
31-ج	32-ج	33-ج	34-د	35-الف
36-ج	37-ج	38-د	39-ب	40-الف
41-د	42-الف	43-ج	44-ب	45-ج
46-الف	47-د	48-ب	49-ج	50-الف
51-د	52-ج			

10 ۔ ملکی پرندے اور دوسرے جانور

شفیق الرحمان

خلاصہ

شفیق الرحمان اُردو کے مشہور مزاح نگار ہیں۔ ان کا مزاج شائستہ اور سلجھا ہوا ہوتا ہے۔

کوّا صبح صبح موڈ خراب کرنے میں مدد دیتا ہے۔ کوّا گا نہیں سکتا مگر کوشش بھی نہیں کرتا۔ وہ صرف کائیں کائیں کرتا ہے، جس کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ کوّے کالے ہوتے ہیں۔ یہ کالے کیوں ہوتے ہیں؟ اس کا جواب بھی بہت مشکل ہے۔ کوّے کی نظر بڑی تیز ہوتی ہے۔ جن چیزوں کو وہ نہیں دیکھتا وہ اس قابل نہیں ہوتیں کہ انہیں دیکھا جائے۔ کوّا بڑا بے چین رہتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ زندگی مختصر ہے اس لیے وہ جگہ جگہ اڑ کر جاتا ہے کیونکہ وہ سب کچھ دیکھنا چاہتا ہے۔ کوّا باورچی خانے کے پاس بہت مسرور رہتا ہے۔ کہیں بندوق چلے تو کوّے اسے ذاتی توہین سمجھتے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں اور اتنا شور مچاتا ہے کہ بندوق چلانے والا مہینوں پچھتاتا رہتا ہے۔ بارش میں نہاتے ہوئے کوّے حفظانِ صحت کا خیال نہیں رکھتے۔ کوّا سوچ بچار سے دور رہتا ہے کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ زیادہ فکر اعصابی مریض بنا دیتی ہے۔ کوّے اُڑ رہے ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ شرط لگا کر اڑ رہے ہیں۔ کوّے فکرِ معاش میں دور دور نکل جاتے ہیں لیکن کبھی گھر نہیں بھولتے۔ اگر آپ کوّوں سے نالاں ہیں تو یہ مت بھولیے کہ کوّے بھی آپ سے نالاں ہیں۔

بلبل ایک خوش گلو روایتی پرندہ ہے جو ہر جگہ موجود ہے سوائے وہاں کے جہاں اسے ہونا چاہیے۔ شاعروں نے نہ بلبل دیکھی ہے، نہ اسے سنا ہے، کیونکہ اصلی بلبل اس ملک میں نہیں پائی جاتی۔ کہا جاتا ہے کہ کوہ ہمالیہ کے دامن میں کہیں کہیں بلبل ملتی ہے لیکن کوہ ہمالیہ کے دامن میں شاعر نہیں ہوتے۔ عام طور پر بلبل کو آہ وزاری کی دعوت دی جاتی ہے لیکن بلبل کو ایسی باتیں پسند نہیں ہیں۔ بلبل پروں سمیت محض چند انچ لمبی ہوتی ہے اگر پروں کو نکال دیا جائے تو کچھ زیادہ بلبل نہیں بچتی۔ ماہرین کا خیال ہے کہ بلبل کے گانے کی وجہ اس کی غمگین زندگی ہے۔ بلکل پکے راگ گاتی ہے یا کچے؟ بہر حال وہ بہت سے موسیقاروں سے بہتر ہے۔ بلبل کبھی سفر نہیں کرتی۔ اس کا خیال ہے کہ وہ پہلے سے ہی وہاں ہے جہاں اسے پہنچنا چاہیے تھا۔

بھینس موٹی اور خوش طبع ہوتی ہے۔ بھینس کا ہم عصر چوپایہ، گائے دنیا بھر میں موجود ہے لیکن بھینس کا فخر صرف ہمیں ہی نصیب ہے۔ بھینس کے بچے شکل وصورت میں ننھیال اور ددھیال دونوں پر جاتے ہیں لہذا فریقین ایک دوسرے پر تنقید نہیں کر سکتے۔ بھینس کا مشغلہ جگالی کرنا ہے یا تالاب میں لیٹے رہنا۔ اس کو اکثر نیم باز آنکھوں سے افق کو تکتی رہتی ہے۔ لوگ قیاس آرائیاں کرتے ہیں کہ وہ کیا سوچتی ہے؟ وہ کچھ نہیں سوچتی، اگر سوچ سکتی تو رونا کس بات کا تھا۔ بھینس کا حافظہ کمزور ہے۔ اسے کل کی بات آج یاد نہیں رہتی۔ اس لحاظ سے انسان سے زیادہ خوش نصیب ہے۔ بھینسا بالکل نکما سمجھا جاتا ہے۔ اسے ہل میں جوتنے میں ناکامی ہوئی ہے کیونکہ وہ دائمی طور پر تھکا ہوا ہے اور ازلی سست ہے کیوں کہ اس نے بچپن میں بھینس کا دودھ پیا تھا۔ بھینس کے آگے بین بجانے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ بھینس کو بین سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

اُلو بردبار اور دانشمند ہے لیکن پھر بھی اُلو ہے۔ وہ کھنڈروں میں رہتا ہے لیکن کھنڈر بننے کی وجوہات دوسری ہیں۔ ویسے اُلوؤں کی عادتیں آپس میں اس قدر ملتی جلتی ہیں کہ ایک اُلو کو دیکھ لینا تمام اُلوؤں کو دیکھ لینے کے مترادف ہے۔ اُلو دن بھر آرام کرتا ہے اور رات بھر "ہو ہو" کرتا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اُلو "تو ہی تو" کا وظیفہ پڑھتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ ان خود پسندوں سے ہزار درجہ بہتر ہے، جو ہر وقت "میں ہی میں" کا ورد کرتے ہیں۔ اُلو خاموش رہتا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ وہ حسِ مزاح سے محروم ہے۔ اُلوؤں کو برا بھلا کہتے وقت یہ مت بھول لیے کہ انہوں نے اُلو بننے کی التجا نہیں کی تھی۔

بلیوں کی کئی قسمیں بتائی جاتی ہیں۔ بلی دوسروں کا نکتہ نظر نہیں سمجھتی۔ اگر اسے بتایا جائے کہ ہم دنیا میں دوسروں کی مدد کرنے آئے ہیں تو اس کا پہلا سوال یہ ہو گا کہ دوسرے یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔ بلی سال بھر میں سدھائی جاسکتی ہے۔ بلی اور باقی جانوروں میں فرق یہ ہے کہ باقی دودھ پلانے والے جانور ہیں اور بلی دودھ پینے والے جانوروں سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر غلطی سے دودھ کھلا رہ جائے تو آپ کی سدھائی ہوئی بلی پی جائے گی۔ اگر آپ دودھ کو قفل لگا کر رکھتے ہیں تب بھی بلی پی جائے گی کیونکہ یہ ایک راز ہے جو بلیوں تک محدود ہے۔ بلی اور کتے کی رقابت مشہور ہے، بلی برداشت نہیں کرتی کہ انسان کا کوئی وفادار دوست ہو، چند بلیاں گھر میں سارے چوہوں کو ختم کر سکتی ہیں۔ چوہے تو رفع ہو جائیں گے مگر بلیاں رہ جائیں گی۔ بلیاں دوپہر کو سو جاتی ہیں۔ کیونکہ رات تک انتظار نہیں کر سکتیں۔ بعض اوقات بظاہر سوتی ہوئی بلی چپکے سے باہر نکل جاتی ہے۔ اس سے بازپرس کی جائے تو خفا ہو جاتی ہے۔ ایک ہی گھر میں سالہا سال گزارنے کے باوجود انسان اور بلی اجنبی رہتے ہیں۔

مشق

سوال 1: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں۔

(الف) کوّا گرامر میں ہمیشہ کیا استعمال ہوتا ہے؟

جواب: کوّا گرامر میں ہمیشہ مذکر استعمال ہوتا ہے۔

(ب) پہاڑی کوّا کتنا لمبا ہوتا ہے؟

جواب: پہاڑی کوّا ڈیڑھ فٹ لمبا ہوتا ہے۔

(ج) بندوق چلے تو کوّے کیا کرتے ہیں؟

جواب: بندوق چلے تو کوّے اسے ذاتی توہین سمجھتے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں اور اتنا شور مچتا ہے کہ بندوق چلانے والا مہینوں پچھتاتا رہتا ہے۔

(د) ہم ہر خوش گلو پرندے کو بُلبُل سمجھتے ہیں۔ اس میں قصور کس کا ہے؟

جواب: ہم ہر خوش گلو پرندے کو بُلبُل سمجھتے ہیں۔ اس میں قصور ہمارے ادب کا ہے۔

(ہ) بُلبُل کے گانے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: بُلبُل کے گانے کی وجہ اس کی غمگین خانگی زندگی ہے۔ بُلبُل انسانوں کو محظوظ کرنے کے لئے ہر گز نہیں گاتی کیونکہ اسے اپنی فکر ہی نہیں چھوڑتی۔

(و) بُلبُل بہت سے موسیقاروں سے کیوں بہتر ہے؟

جواب: بُلبُل بہت سے موسیقاروں سے اس لیے بہتر ہے کہ ایک تو وہ گھنٹے بھر کا الاپ نہیں لیتی۔ بے سُری ہو جائے تو بہانے نہیں کرتی کہ ساز والے نکمّے ہیں، آج گلا خراب ہے وغیرہ وغیرہ۔

(ز) بھینس کا مشغلہ کیا ہے؟

جواب: بھینس کا مشغلہ جُگالی کرنا یا تالاب میں لیٹے رہنا ہے۔

(ح) بھینس کس لحاظ سے انسان سے زیادہ خوش نصیب ہے؟

جواب: بھینس اس لحاظ سے انسان سے زیادہ خوش نصیب ہے کیونکہ اس کا حافظہ کمزور ہے اور اسے کل کی بات آج یاد نہیں رہتی۔

(ط) اُلو کی کتنی قسمیں بتائی جاتی ہیں؟

جواب: اُلو کی بیس قسمیں بتائی جاتی ہیں۔

(ی) اُلو کو کون پسند کر سکتا ہے؟

جواب: اُلو کو وہی پسند کرتا ہے جو فطرت کا ضرورت سے زیادہ مداح ہو۔

(س) اُلو کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت سے دلچسپی کیوں نہیں؟

جواب: اُلو کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت سے دلچسپی اس لیے نہیں ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب بے سود ہے۔

(ص) بلی کتنے عرصے میں سدھائی جاسکتی ہے؟

جواب: بلی ایک سال میں سدھائی جاسکتی ہے۔

سوال 2: متن کو مد نظر رکھ کر درست جوابات کی نشاندہی کریں۔

(الف) کوّے کی نظر بڑی تیز ہوتی ہے۔ ✓

(ب) کوّا باورچی خانے کے پاس بہت اداس رہتا ہے۔ ✗

(ج) ہم ہر خوش گلو پرندے کو بُلبُل سمجھتے ہیں۔ ✓

(د) اُلو شہروں میں رہتا ہے۔ ✗

(ہ) بلی اور کتے کی رقابت مشہور ہے۔ ✓

سوال 3: دیئے گئے الفاظ میں سے موزوں الفاظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) کوّا گرامر میں ہمیشہ -------استعمال ہوتا ہے۔ (غلط، زیادہ، ✓ مذکر، مونث)

(ب) کوّا باورچی خانے کے پاس بہت -------رہتا ہے۔ (ناخوش، اُداس، خوف زدہ، ✓ مسرور)

(ج) کوّا-------نہیں سکتا اور کوشش بھی نہیں کرتا۔ (سمجھ، ہنس، دوڑ، ✓ گا)

(د) بلبل ایک -------پرندہ ہے۔ (پالتو، گھریلو، ✓ روایتی، عاشق مزاج)

(ہ) -------کی قسمیں نہیں ہوتیں، وہ سب ایک جیسی ہوتی ہیں۔ (بلی، ✓ بھینس، چڑیا، بلبل)

(و) بھینس کے -------شکل صورت میں ننھیال اور ددھیال دونوں پر جاتے ہیں۔ (پاؤں، سنگ، بال، ✓ بچے)

(ز) اُلو کی -------قسمیں بتائی جاتی ہیں۔ (✓ بیس، تیس، چالیس، چند)

(ح)　بلیوں کی ---------- قسمیں بتائی گئی ہیں۔　(ان گنت، ✓ کئی، بہت کم، نایاب)

سوال 4: مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیں۔

جوابات:

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
صبح	شام	سیاہ	سفید	تیز	ست
اصلی	نقلی	پکا	کچا	خراب	درست
محبت	نفرت	روشن	تاریک		

سوال 5: اعراب کی مدد سے تلفظ واضح کریں۔

جوابات:

مُذَکَّر　مُختَصَر　حُجم

مسرُور　حِفظَانِ صحت　خُوش گُلو

مَضحَکَہ خیز　نالَہ وشیون　نَقلِ وَطن

رُوزمرّہ

سوال 6: مذکر اور مونث الفاظ الگ الگ کریں۔

جوابات:

مذکر:　باورچی خانہ، گلاب، اُلو، راگ، قیاس

مونث:　نظر، زندگی، بلبل، آہ وزاری، مصلحت

سوال 7: مصنف نے اُلو کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اسے اختصار کے ساتھ بیان کریں۔

جواب:　اُلو بردبار اور دانش مند ہونے کے باوجود اُلو ہی ہے۔

ویران جگہیں اس کا مسکن ہوتی ہیں۔ پرانے زمانے کے بادشاہوں نے اکثر اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کی بیس قسمیں ہے۔ ان کی عادتیں آپس میں بہت ملتی ہیں۔ ان کو پسند کرنے والا فطرت کا بڑا مداح ہوتا ہے۔ روزمرہ کے الو کو 'بوم' اور اس سے بڑے کو 'چغد' کہتے ہیں اور اس سے بڑا ابھی دریافت کیا جارہا ہے۔ اُلو خود پسندوں سے بہتر ہے کیونکہ وہ 'میں ہی میں' کا ورد کرتے ہیں اور اُلو 'تو ہی تو' کا۔ حسِ مزاح سے محروم ہونے کی وجہ سے وہ ذی فہم سمجھا جاتا ہے۔ مادہ چھوٹے اُلوؤں کا خاص خیال رکھتی ہے اور بڑے ہونے پر ان کو گھر سے نکال دیتی ہے کیونکہ ان کی شکل اپنے ابّا سے ملنے لگتی ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت بے سُود جان کر ترک کر دی جاتی ہے۔ جو اُلو جنگلوں میں رہتے ہیں وہ اچھے ہوتے ہیں۔ ان کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے کیونکہ انہوں نے خود اُلو بننے کی التجا نہیں کی تھی۔

سوال 8: سبق کا عنوان، مصنف کا نام اور اقتباس کے موقع و محل کی وضاحت کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اقتباس کی تشریح کریں۔

بُلبُل پکے راگ گاتی ہے یا کچے؟-------آپ تنگ آ جائیں تو اسے خاموش کرا سکتے ہیں۔

جواب:

سبق کا عنوان: ملکی پرندے اور دوسرے جانور

مصنف کا نام: شفیق الرحمن

تشریح:

مصنف نے اس سبق میں مزاحیہ انداز اختیار کرتے ہوئے مختلف پرندوں اور جانوروں کے بارے میں بتایا ہے۔ بلبل کو روایتی پرندہ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ ہر جگہ موجود ہے لیکن وہاں نہیں جہاں اسے ہونا چاہیے۔ بلبل ہمارے خیال کے مطابق خوش گلو پرندہ ہے۔ اس میں ہمارا نہیں ہمارے شعراء کا قصور ہے کیونکہ انہوں نے اسے دیکھا نہیں کیونکہ اصل بلبل اس ملک میں نہیں پائی جاتی۔ وہ تو کہیں کوہ ہمالیہ کے دامن میں پائی جاتی ہے۔ بلبل کو آہ وزاری کی دعوت دی جاتی ہے۔ بلبل اور گلاب کے پھول کی محبت کی افواہ بھی کسی دشمن نما شاعر کی اُڑائی ہوئی لگتی ہے۔ ماہرین کے مطابق پروں کو نکال کر کچھ زیادہ بلبل نہیں بچتی اور بلبل اپنی خانگی زندگی کی وجہ سے پریشان ہے۔ بلبل ہرگز نہیں گاتی۔

تشریح طلب اقتباس میں مصنف کہتے ہیں کہ بلبل پکے راگ گاتی ہے یا کچے اس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں لیکن وہ آج کل کے موسیقاروں سے بدرجہا بہتر ہے۔ نہ تو وہ گھنٹوں راگ الاپتی ہے اور نہ ہی سننے والوں کو اکتاہٹ کا شکار کرتی ہے اور اگر سُر خراب ہو جائے تو بہانے نہیں تراشتی اور نہ ہی سازِندوں کو بُرا بھلا کہتی ہے کہ تُلموں نے میرا سُر خراب کر دیا اور نہ ہی گلے کے خراب ہونے کا عُذر پیش کرتی ہے۔ اگر آپ اسے سنتے تنگ آ جائیں تو اسے آسانی سے خاموش کرا سکتے ہیں اور بلبل خوش گلو آپ کو بلا مُعاوضہ سروں سے لطف اندوز کرتی ہے۔ موسم بدلنے کے ساتھ لوگ پہاڑوں کا رُخ کرتے ہیں۔ اسی طرح شاید پرندے بھی نقل مکانی کرتے ہیں۔ اگر بلبل ہمارے ملک آتی ہے وہ اچھے بُرے نتائج کی خود ذمہ دار ہوگی۔

کثیر الانتخابی سوالات

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1- شفیق الرحمن پیدا ہوئے:

(الف) 1921ء (ب) 1922ء (ج) 1920ء (د) 1930ء

2- شفیق الرحمان نے وفات پائی:

(الف) 2000ء (ب) 2001ء (ج) 2002ء (د) 2003ء

3- شفیق الرحمان بھارت کے شہر میں پیدا ہوئے:

(الف) کلکتہ (ب) لکھنؤ (ج) جالندھر (د) بنارس

4- شفیق الرحمن نے ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا:

(الف) کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور (ب) فاطمہ جناح میڈیکل کالج سے

(ج) بمبئی میڈیکل کالج سے (د) دہلی میڈیکل کالج سے

5- شفیق الرحمان نے ایم بی بی ایس کا امتحان سال میں پاس کیا:

(الف) 1941ء میں (ب) 1942ء میں (ج) 1944ء میں (د) 1945ء میں

6- شفیق الرحمان کو قابلیت اور میڈیکل میں نمایاں پوزیشن کی وجہ سے کتنے سال میں انڈین آرمی سروس میں لے لیا گیا:

(الف) ایک سال میں (ب) دو سال میں (ج) تین سال میں (د) چار سال میں

7- شفیق الرحمٰن فوج سے کس عہدے سے ریٹائر ہوئے؟

(الف) کرنل (ب) میجر (ج) جنرل (د) میجر جنرل

8- اکادمی ادبیات پاکستان کے چیئرمین کی حیثیت سے شفیق الرحمٰن کا انتخاب ہوا:

(الف) 1981ء میں (ب) 1980ء میں (ج) 1990ء میں (د) 1996ء میں

9- شفیق الرحمٰن نے اکادمی ادبیات کے چیئرمین کی حیثیت سے کب تک علمی و ادبی خدمات سرانجام دیں:

(الف) 1986ء تک (ب) 1987ء تک (ج) 1989ء تک (د) 1990ء تک

10- شفیق الرحمان کے مزاح کا انداز بہت ہے:

(الف) سنجیدہ (ب) گہرا (ج) ہلکا پھلکا (د) عامیانہ

11- شفیق الرحمٰن کے افسانوں کا پہلا مجموعہ کب شائع ہوا؟

(الف) 1942ء میں (ب) 1943ء میں (ج) 1944ء میں (د) 1945ء میں

12- شفیق الرحمان کے پہلے مجموعے کا نام:

(الف) دجلہ (ب) حماقتیں (ج) کرنیں (د) شگوفے

13- کوّا صبح خراب کرنے میں مدد کرتا ہے:

(الف) ناشتا (ب) طبیعت (ج) موڈ (د) کھانا

14- پہاڑی کوّے معمولی کوّے سے زیادہ ہوتے ہیں:

(الف) خوبصورتی میں (ب) وزن میں (ج) صحت میں (د) حجم میں

15- کوّا رہتا ہے اور جگہ جگہ اڑتا رہتا ہے:

(الف) بے چین (ب) مطمئن (ج) سکون سے (د) آرام سے

16- کوّا جانتا ہے کہ زندگی بے حد ہے چنانچہ وہ سب کچھ دیکھنا چاہتا ہے:

(الف) لمبی (ب) دراز (ج) مختصر (د) خوبصورت

17- کوّا کہاں مسرور رہتا ہے؟

(الف) باغ کے پاس (ب) باورچی خانے کے پاس (ج) دریا کے پاس (د) فصل کے پاس

18- بارش ہوتی ہے تو نہاتے ہیں اور حفظانِ صحت کے اصولوں کا خیال نہیں کرتے:

(الف) کبوتر (ب) طوطے (ج) کوّے (د) چڑیاں

19- کس کا عقیدہ ہے کہ زیادہ سوچ بچار کرنا اعصابی بنا دیتا ہے؟

(الف) باز کا (ب) عقاب کا (ج) کوّے کا (د) کبوتر کا

20- کوّا بڑی سنجیدگی سے کس کی سیدھ میں اڑتا ہے؟

(الف) ناک (ب) آنکھ (ج) چونچ (د) منہ

21- کوّے اڑ رہے ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اڑ رہے ہیں:

(الف) مزے سے (ب) خوبصورتی سے (ج) شرط لگا کر (د) آرام سے

22- شام کے وقت کتنے کوّے کہیں سے واپس آ جاتے ہیں:

(الف) پانچ ہزار (ب) سات ہزار (ج) آٹھ ہزار (د) دس ہزار

23- شاعروں نے نہ بلبل دیکھی ہے نہ اسے سنا ہے کیونکہ ـــــ بلبل اس ملک میں نہیں:

(الف) خوبصورت (ب) دلکش (ج) اصلی (د) پیاری

24- کہاں اصلی بلبل کے پائے جانے کے امکانات ہیں؟

(الف) نانگا پربت (ب) سطحِ مرتفع (ج) کے ٹو (د) کوہ ہمالیہ

25- کوہ ہمالیہ کے دامن میں نہیں ہوتے:

(الف) ادیب (ب) نظم نگار (ج) مرثیہ نگار (د) شاعر

26- عام طور پر آہ وزاری کی دعوت دی جاتی ہے:

(الف) کوّے کو (ب) طوطے کو (ج) بلی کو (د) بلبل کو

27- بلبل اور گلاب کے پھول کی افواہ کس نے اڑائی؟

(الف) محبوب نے (ب) ظالم نے (ج) مصنف نے (د) شاعر نے

28- کسی شاعر نے رات گئے گلاب کی ٹہنی پر بلبل کو کرتے دیکھا:

(الف) فریاد (ب) التجا (ج) آہ وفغاں (د) نالہ وشیون

29- بلبل پروں سمیت محض لمبی ہوتی ہے:

(الف) چند فٹ (ب) چند ملی میٹر (ج) چند انچ (د) ایک فٹ

30- بلبل بے سُری ہو جائے تو نہیں کرتی:

(الف) بہانے (ب) التجائیں (ج) تمنائیں (د) درخواست

31- ہمارے ادب کو دیکھتے ہوئے کس نے اس ملک کا رخ کیا تو نتائج کی ذمہ دار خود ہوگی:

(الف) چڑیا (ب) مینا (ج) بلبل (د) بلیو برڈ

32- بھینس کے ہم عصر چوپائے سے مراد کون ہے؟

(الف) گائے (ب) اونٹ (ج) گھوڑا (د) بیل

33- بھینس اگر ورزش کرتی اور غذا کا خیال رکھتی تو ہو سکتی تھی:

(الف) موٹی (ب) چھریری (ج) خوبصورت (د) سڈول

34- بھینس اکثر نیم باز آنکھوں سے تکتی رہتی ہے:

(الف) مشرق کو (ب) مغرب کو (ج) شمال کو (د) افق کو

35- بھینسے کو نکما سمجھا جاتا ہے اسے جوتنے کی سکیم ناکامیاب ثابت ہوئی:

(الف) کھیت میں (ب) باغ میں (ج) ہل میں (د) رہٹ کے لیے

36- اُلو بردبار ہونے کے علاوہ کیا خاصیت رکھتا ہے؟

(الف) عقلمند (ب) دانشمند (ج) غیرت مند (د) صحت مند

37- اُلو کا ذکر پرانے بادشاہوں نے اکثر کیا ہے:

(الف) کتابوں میں (ب) تاریخ میں (ج) روزناچوں میں (د) ذاتی تاریخ میں

38- اُلو کی بیس قسمیں بتائی جاتی ہیں لیکن مصنف کے خیال میں اُلو کی قسمیں کافی تھیں:

(الف) چھ سات (ب) سات آٹھ (ج) نو دس (د) پانچ چھ

39- روزمرہ کے اُلو کو بوم کہا جاتا ہے۔ اس سے بڑے کو

(الف) نکما (ب) بے وقوف (ج) چغد (د) نالائق

40- اُلو "تو ہی تو" کا وظیفہ پڑھتا ہے اگر یہ سچ ہے تو وہ ان خود پسندوں سے بہتر ہے جو "میں ہی میں" کا ورد کرتے ہیں:

(الف) ایک درجے (ب) ہزار درجے (ج) سو درجے (د) کم تر

41- شوخ اور باتونی پرندوں میں اُلو کا مرتبہ بہت ہے:

(الف) کم (ب) بلند (ج) زیادہ (د) مناسب

42- اُلو چپ چاپ رہتا ہے غالباً وہ محروم ہے:

(الف) حسِ مزاح سے (ب) حسِ لطیف سے (ج) حسِ ضعیف ہے (د) حسن اخلاق سے

43- جو لوگ کبھی نہیں مسکراتے وہ سمجھے جاتے ہیں:

(الف) عقلمند (ب) ذی فہم (ج) باشعور (د) دانشمند

44- ننھے اُلوؤں کی دیکھ بھال کون کرتا ہے؟

(الف) نَر (ب) ہمسائی (ج) آنٹی (د) مادہ

45- اُلو ذرا بڑے ہوں تو ان کی شکل ملنے لگتی ہے:

(الف) ماموں سے (ب) چچا سے (ج) تایا سے (د) ابا سے

46- جو لوگ بلیوں کی قسمیں گنتے رہتے ہیں ان کی بھی قسمیں ہوتی ہیں:

(الف) کئی (ب) بہت زیادہ (ج) چند (د) تھوڑی

47- کس کی رقابت مشہور ہے؟

(الف) گیدڑ اور شیر کی (ب) کتے اور بلی کے (ج) چوہے اور بلی کی (د) لومڑ اور ہرن کی

48- دودھ کو بند کر کے ــــــ لگا دیا جائے تو پھر بھی بلی پی ہی جائے گی:

(الف) قفل (ب) دروازہ (ج) کھڑکی (د) کنڈی

49-بلیاں سو جاتی ہیں:

(الف)شام کو　　(ب)دوپہر کو　　(ج)دن کو　　(د)رات کو

50-شفیق الرحمٰن کا سبق "ملکی پرندے اور دوسرے جانور" ماخوذ ہے:

(الف)"حماقتیں" سے　　(ب)"مزید حماقتیں" سے　　(ج)"کرنیں" سے　　(د)دجلہ" سے

51-پہاڑی کوّے کی لمبائی کتنی ہوتی ہے؟

(الف)ڈیڑھ فٹ　　(ب)دو فٹ　　(ج)اڑھائی فٹ　　(د)تین فٹ

52-نظم "ایک گائے اور بکری" کس شاعر کی تخلیق ہے؟

(الف)گلزار　　(ب)احمد فراز　　(ج)علامہ اقبالؒ　　(د)اکبر الہ آبادی

جوابات:

1-ج	2-الف	3-ج	4-الف	5-ب
6-الف	7-د	8-ب	9-الف	10-ج
11-الف	12-ج	13-ج	14-د	15-الف
16-ج	17-ب	18-ج	19-ج	20-ج
21-ج	22-د	23-ج	24-د	25-د
26-د	27-د	28-د	29-ج	30-الف
31-ج	32-الف	33-ب	34-د	35-ج
36-ب	37-ج	38-د	39-ج	40-ب
41-ب	42-الف	43-ب	44-د	45-د
46-الف	47-ب	48-الف	49-ب	50-ب
51-الف	52-ج			

11 ۔ قدرِ ایاز

کرنل محمد خان

خلاصہ

ممتاز مزاح نگار کرنل محمد خان کی شگفتہ تحریروں کو اُردو ادب میں خاص مقام حاصل ہے۔ سبق قدرِ ایاز ان کی مزاحیہ آپ بیتی ہے جس میں قرار دیا گیا ہے کہ دیہاتی ہونا معیوب نہیں ہے۔

مصنف (کرنل محمد خان) کو چھاؤنی میں ایک نہایت وسیع و عریض بنگلہ ملا تھا۔ یہ بنگلہ دوسرے کرنیلوں کے مقابلہ میں بالکل مختلف اور جداگانہ تھا یہ بنگلہ دو ایکڑ زمین پر واقع تھا۔ کرنل صاحب نے بھرم قائم رکھنے کے لیے بنگلے کا کچھ ساز و سامان سیکنڈ ہینڈ اور کچھ قسطوں پر حاصل کیا۔ مثلاً قالین، فریج، ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ، کرنل صاحب کے بچے بھی اس ظاہری اور مصنوعی خوشحالی پر خوش تھے۔ کرنل صاحب کا بیٹا سلیم ابھی میٹرک کے امتحان سے فارغ ہوا تھا۔ وہ دن بھر بے فکری سے دوسرے کرنیل زادوں کے ہمراہ بیڈمنٹن کھیلتا اور شام ہی سے دوستوں کے ساتھ ٹی وی کے سامنے جم جاتا۔ گھر کے بوڑھے ملازم علی بخش کے علاوہ کسی اور کو سلیم کے کمرے میں جانے کی اجازت نہ تھی۔ علی بخش کو سلیم سے اُنس تھا۔ کیونکہ سلیم اسی کے ہاتھوں میں پلا تھا۔ ایک دن سلیم کی غیر حاضری میں اس کا ایک دوست امجد اسے ملنے آیا اور باہر برآمدے ہی میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ ملازم علی بخش نے اسے ٹھنڈا پانی پلایا وہ کافی دیر تک سلیم کا انتظار کرتا رہا۔ آخر مایوس ہو کر چلا گیا۔ بعد میں سلیم کو پتہ چلا تو وہ علی بخش پر سخت ناراض ہوا کہ اس نے امجد کو گول کمرے میں صوفے پر کیوں نہ بٹھایا اور فریج سے نکال کر کوکا کولا کیوں نہ پیش کیا۔ اب اس کا دوست سمجھے گا کہ یہ لوگ دیہاتی اور جنگلی ہیں۔ علی بخش کو سلیم کی ڈانٹ کا بڑا رنج ہوا۔ جب یہ بات کرنل صاحب تک پہنچی تو انہوں نے محسوس کیا کہ تنازعہ معمولی ہے جو چائے کی ایک پیالی میں سما سکتا ہے۔ کرنل صاحب نے اپنے بیٹے سلیم اور ملازم علی بخش کو ایک دیہاتی کا قصہ سنانا شروع کیا کہ ایک دیہاتی لڑکا اپنے گاؤں سے پرائمری پاس کرنے کے بعد شہر کے ہائی سکول میں داخل ہوا۔ پہلے دن جب وہ اسکول پہنچا تو اس نے سر پر صافہ، کرتا اور تہمت زیب تن کیا ہوا تھا۔ ماسٹر جی نے شلوار پہننے کو کہا تو وہ بولا۔ "اوخدایا! شلوار تو لڑکیاں پہنتی ہیں۔" سکول میں اسے چھوٹا چوہدری کہا جاتا تھا۔ اس سکول کے سیکنڈ ماسٹر کوٹ پتلون پہنتے تھے اور ہر فقرے میں دو تین لفظ انگریزی کے بولتے تھے۔ ایک دن وہ شکار کھیلتے ہوئے چھوٹے چوہدری کے گاؤں جا پہنچے۔ رات ہو رہی تھی، اس لئے انہوں نے چھوٹے چوہدری کے گھر ہی میں رات بسر کرنے کا پروگرام بنایا۔ چھوٹا چوہدری ویسے تو ماسٹر صاحب کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ لیکن وہ حیران تھا کہ ان کی مہمان نوازی کیسے کی جائے؟ چھوٹے چودھری نے ماسٹر صاحب کو چوپال میں ٹھہرایا جس میں ایک طرف گھوڑی بندھی ہوئی تھی اور دوسری طرف گاؤں کے کچھ لوگ آگ کے برابر بیٹھے ہوئے تھے۔ سب لوگوں نے ماسٹر صاحب کا خوب استقبال کیا۔ اور باری باری ان کی خیریت پوچھی۔ ماسٹر صاحب کو ایک رنگیلی چارپائی پر بٹھایا گیا۔ گاؤں کا نائی ماسٹر صاحب کے پاؤں دبانے لگا۔ چونکہ سردی کا موسم تھا اس لئے ماسٹر جی نے چائے مانگی۔ بڑی مشکل سے مقامی حکیم کے گھر سے تھوڑی سی چائے ملی۔ اور بدمزہ سی چائے تیار ہوئی۔ ماسٹر صاحب نے صرف ایک گھونٹ پیا اور پیالی رکھ دی۔ بہرحال کچھ تلافی رات کے کھانے پر مرغ کے سالن سے کر دی گئی۔ رات کو ماسٹر صاحب وہیں چوپال میں سوئے جس کے ایک حصے میں گھوڑی کھانستی رہی۔ صبح کو ماسٹر صاحب نے ہرے بھرے کھیتوں کی سیر کی اور گاؤں کی مسجد کے غسل خانے

میں غسل کیا۔ کہانی کے دوران کرنل صاحب کا بیٹا سلیم مسلسل چھوٹے چوہدری کی سادگی، سادہ لوحی اور بیوقوفی کا مذاق اڑاتا رہا۔ مثلاً وہ کہتا۔ "سچ مچ پکا پینڈو تھا"۔ پھر وہ کہتا کہ اباجان! اچھا ہوا آپ فوج میں آگئے ورنہ ہم بھی چھوٹے چوہدری کی طرح مویشیوں کے ساتھ سوتے اور مسجد میں جا کر نہاتے"۔ چھوٹا چوہدری خاموشی سے پڑھتا رہا۔ میٹرک پاس کر کے وہ لاہور کالج میں چلا گیا۔ اس کے والد نے تھوڑی سی زمین بیچ دی اور اس طرح چھوٹے چوہدری نے مزید تعلیم حاصل کی اور پھر وہ خاندانی دستور کے مطابق فوج میں بھرتی ہو گیا۔ سلیم حیرت سے بولا۔ "اباجان۔ تو آپ چھوٹے چودھری کو جانتے ہوں گے کیا وہ آپ کے ماتحت کام کرتا ہے؟ آپ اسے بلائیے نا کبھی! ہم چھوٹے چوہدری کو دیکھیں گے۔ ہم بالکل نہیں ہنسیں گے "کرنل صاحب خود کھڑے ہوئے اور سلیم سے کہا دیکھو چھوٹا چوہدری اپنے بازو پھیلائے تمہارے سامنے کھڑا ہے"۔ سلیم حیرت میں گم ہو گیا۔ وہ بے ساختہ اپنے باپ سے لپٹ گیا۔ سلیم اور علی بخش دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے اور دونوں کی آنکھوں میں ایک دیہاتی کے لئے محبت کی چمک تھی۔ ایاز اپنے اصلی لباس میں بھی بہت بھلا لگ رہا تھا۔

مشق

سوال 1: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں۔

(الف) مصنف کو کس قسم کا بنگلا رہنے کو ملا؟

جواب: کرنیلوں کو رہائش کے لیے عمدہ سی کلاس بنگلے ملتے ہیں۔ مصنف کو ایسا بنگلا ملا جو اپنی کلاس میں بھی منفرد تھا، یہ دو ایکڑ پر محیط تھا اور عمارت کے سامنے وسیع چمن تھا۔

(ب) سلیم میاں کا مشغلہ کیا تھا؟

جواب: سلیم میاں بیڈ منٹن کھیلتے اور سر شام ہی دوستوں کے ہمراہ ٹیلی ویژن دیکھتے۔

(ج) سلیم میاں، علی بخش پر کیوں برہم ہوئے؟

جواب: سلیم میاں کی غیر موجودگی میں ان کا دوست امجد ملنے آیا۔ علی بخش نے اس کی خاطر خواہ خدمت نہ کی جس پر سلیم میاں علی بخش پر برہم ہوئے کہ امجد سمجھے گا ہم دیہاتی ہیں ہمیں آداب نہیں آتے۔

(د) دیہاتی لڑکا پہلے دن سکول گیا تو اس نے کیسا لباس پہن رکھا تھا؟

جواب: دیہاتی لڑکا جب پہلے دن شہر کے سکول گیا تو ننگے سر پر صافہ باندھ رکھا تھا۔ بدن پر کرتا اور تہمد تھا اور پاؤں میں پوٹھوہاری جوتا پہن رکھا تھا۔

(ہ) ماسٹر جی چھوٹے چودھری کے گاؤں کیوں گئے تھے؟

جواب: ماسٹر جی شکار کے شوقین تھے۔ ایک دفعہ شکار کرتے کرتے سلیم کے گاؤں جا پہنچے۔

(و) ماسٹر جی کو چائے کیسے پیش کی گئی؟

جواب: مقامی حکیم کے گھر سے منگوا کر چائے بنائی گئی لیکن وہ کوئی کامیاب چائے نہ تھی۔ ماسٹر جی نے ایک گھونٹ پیا اور پیالی رکھ دی۔

(ز) دیہاتی لڑکے کی کہانی سن کر سلیم میاں پر کیا اثر ہوا؟

جواب: سلیم میاں کو احساس ہوا کہ دیہاتی ہونا باعث عار نہیں اور اب اس کی آنکھوں میں دیہاتی کے لئے محبت کی چمک تھی۔

کثیر الانتخابی سوالات

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1-کرنل محمد خان پیدا ہوئے:

(الف) گوجرانوالہ میں (ب) فیصل آباد میں (ج) چکوال میں (د) مظفر گڑھ میں

2-کرنل محمد خان کا سن پیدائش ہے:

(الف)1920ء (ب)1930ء (ج)1940ء (د)1950ء

3-1965ء میں کرنل محمد خان نے نمایاں کارنامے سرانجام دیے:

(الف)واہگہ کے محاذ پر (ب) چونڈہ کے محاذ پر (ج)رن کچھ کے محاذ پر (د) سیالکوٹ کے محاذ پر

4-کرنل محمد خان نے ملازمت کے بعد مستقل سکونت اختیار کی:

(الف)لاہور میں (ب) کراچی میں (ج)اسلام آباد میں (د) راولپنڈی میں

5-کرنل محمد خان نے سیکنڈ لیفٹیننٹ کمیشن حاصل کی:

(الف)1938ء میں (ب)1940ء میں (ج)1942ء میں (د)1944ء میں

6-سبق "قدر ایاز" کے مصنف ہیں:

(الف)مولوی شبلی (ب) مولانا ظفر علی خان (ج) کرنل محمد خان (د) سر سید احمد خان

7-کرنل محمد خان کا سبق "قدر ایاز" ماخوذ ہے:

(الف)"بزم آرائیاں" سے (ب)"چند ہم عصر" سے (ج)"دھنک پر قدم" سے (د)"سات سمندر پار" سے

8-کرنیلوں کو رہائش کے لیے بنگلے ملتے ہیں:

(الف)اے کلاس (ب)بی کلاس (ج) سی کلاس (د)ڈی کلاس

9-کرنل محمد خان کو ملنے والا بنگلہ واقع تھا:

(الف)ایک ایکڑ میں (ب) دو ایکڑ میں (ج) تین ایکڑ میں (د) چار ایکڑ میں

10-کرنل محمد خان کے بنگلے کے سامنے تھا:

(الف) چمن (ب) برآمدہ (ج) کھیل کا میدان (د) سکول

11-کرنل محمد خان کے بیٹے کا نام تھا:

(الف) کلیم (ب) سلیم (ج) ندیم (د) فہیم

12-کرنل محمد خان کے ملازم کا نام تھا:

(الف) علی خان (ب) علی بخش (ج) غلام علی (د) رحمت علی

13-علی بخش کو ڈانٹا تھا:

(الف) ملازم نے (ب) مالک نے (ج) سلیم نے (د) مصنف نے

14-علی بخش کو سلیم سے تھا:

(الف)بیر (ب)مخالفت (ج)اُنس (د)جھگڑا

15-سلیم میاں میٹرک کے امتحان سے فارغ ہوئے:

(الف)ہفتہ پہلے (ب)مہینہ پہلے (ج)سال پہلے (د)ابھی ابھی

16-سلیم دوستوں کے ساتھ کھیلتے:

(الف)کرکٹ (ب)فٹ بال (ج)بیڈ منٹن (د)ہاکی

17-سلیم اور اس کے دوست ٹی۔وی دیکھنے بیٹھ جاتے:

(الف)صبح سویرے (ب)سرِ شام (ج)رات کو (د)ٹی وی نہ دیکھتے

18-سلیم میاں نے علی بخش کو کہا:

(الف)جاہل، دیہاتی، ان پڑھ (ب)جاہل، گنوار، دیہاتی (ج)بدتمیز، گنوار، دیہاتی (د)بدتمیز، جاہل، دیہاتی

19-سلیم کی غیر حاضری میں اس کا دوست آیا:

(الف)اکرم (ب)امجد (ج)انور (د)ارشد

20-سلیم کا دوست امجد بیٹھا:

(الف)کمرے میں (ب)صحن میں (ج)برآمدے میں (د)مہمان خانے میں

21-علی بخش نے امجد کو پیش کیا:

(الف)شربت (ب)دودھ (ج)ٹھنڈا پانی (د)کھانا

22-علی بخش اس لیے ناخوش تھا کہ اسے کہا گیا:

(الف)اَن پڑھ (ب)جاھل (ج)دیہاتی (د)گنوار

23-کرنل محمد خان کی کہانی کا اصل کردار تھا:

(الف)علی بخش (ب)سلیم (ج)امجد (د)مصنف خود

24-کرنل محمد خان پہلے دن کلاس میں گیا تو سر پر باندھ رکھا تھا:

(الف)پگڑ (ب)عمامہ (ج)صافہ (د)اجرک

25-کرنل محمد خان کے پاؤں میں جوتا تھا:

(الف)پشاوری (ب)پوٹھوہاری (ج)سرحدی (د)بلوچی

26-ان دنوں پتلون پوش نظر آتے تھے:

(الف)چند ایک (ب)بہت زیادہ (ج)خال خال (د)کوئی بھی نہیں

27-سکول میں پتلون پہنتے تھے:

(الف)ماسٹر (ب)ہیڈ ماسٹر (ج)سیکنڈ ماسٹر (د)پی۔ٹی ماسٹر

28-لڑکے سیکنڈ ماسٹر کو کہتے تھے:

(الف)صاحب جی (ب)سرجی (ج)جنٹل مین (د)چودھری صاحب

29-سیکنڈ ماسٹر صاحب کھلاڑی تھے:

(الف)فٹ بال کے (ب)ہاکی کے (ج)کرکٹ کے (د)بیڈ منٹن کے

30-سیکنڈ ماسٹر صاحب کا شوق تھا:

(الف)پڑھنے کا (ب)پڑھانے کا (ج)شکار کا (د)کبڈی کا

31-سیکنڈ ماسٹر صاحب مصنف کے گھر گئے:

(الف)جنوری میں (ب)فروری میں (ج)نومبر میں (د)دسمبر میں

32-مصنف کو ماسٹر صاحب کہتے تھے:

(الف)پہلوان (ب)چھوٹا چودھری (ج)بڑا چودھری (د)صاحب بہادر

33-مصنف اور اس کا بڑا بھائی ماسٹر صاحب کو لے گئے:

(الف)گھر میں (ب)حویلی میں (ج)چوپال میں (د)مہمان خانے میں

34-چوپال کے حصے تھے:

(الف)ایک (ب)دو (ج)تین (د)چار

35-چوپال کے ایک حصے میں بندھی تھی:

(الف)گائے (ب)بھینس (ج)اونٹنی (د)گھوڑی

36-مقامی بولی میں ستھر کہتے ہیں:

(الف)کمرے کو (ب)فرش کو (ج)میدان کو (د)گھاس کے نرم-نرم فرش کو

37-گاؤں کے آدمی ستھر پر بیٹھے پی رہے تھے:

(الف)جوس (ب)شربت (ج)لسی (د)حقہ

38-ماسٹر جی کو بٹھایا گیا:

(الف)کرسی پر (ب)صوفے پر (ج)فرش پر (د)رنگیلی چارپائی پر

39-ماسٹر جی کے پاؤں دبانے لگا:

(الف)نوکر (ب)مصنف خود (ج)نائی (د)ماشکی

40-سلیم کے مطابق مکئی کے بھٹے کھائے جاتے ہیں:

(الف)سردیوں میں (ب)گرمیوں میں (ج)پکنک پر (د)بارش میں

41-سلیم کے مطابق گھر میں پلایا جاتا ہے:

(الف)شربت (ب)چائے (ج)دودھ (د)لسی

42-سیکنڈ ماسٹر کے لئے چائے کہاں سے ملی؟

(الف)حکیم کے گھر سے (ب)حجام کے گھر سے (ج)ڈاکٹر کے گھر سے (د)مولوی کے گھر سے

43-سلیم کے مطابق چائے تو بنا سکتا ہے:

(الف)عام آدمی بھی (ب)ملازم بھی (ج)ڈرائیور بھی (د)جمعدار بھی

44-گاؤں میں رواج تھا:

(الف)دودھ پینے کا (ب)حقہ پینے کا (ج)لسی پینے کا (د)چائے پینے کا

45-ماسٹر جی نے پیالی رکھ دی:

(الف)ایک گھونٹ پی کر (ب)دو گھونٹ پی کر (ج)آدھی چائے پی کر (د)ساری چائے پی کر

46-رات کو ماسٹر جی کو کھانے میں دیا گیا:

(الف)مرغ کا سالن (ب)پلاؤ (ج)دال (د)پراٹھے

47-ماسٹر جی کو سونے کے لئے جو تکیہ دیا گیا اس پر تصویر بنی ہوئی تھی:

(الف)ہرن کی (ب)شیر کی (ج)بارہ سنگھے کی (د)عقاب کی

48-ماسٹر جی کے قریب سو رہے تھے:

(الف)چودھری (ب)نوکر (ج)چودھری اور اس کا نوکر (د)گاؤں کا نائی

49-ماسٹر جی نے غسل کیا:

(الف)حجام کی دکان پر (ب)مسجد میں (ج)حویلی میں (د)غسل نہیں کیا

50-دیہاتیوں نے ماسٹر جی سے برخورداروں کی خیریت پوچھی:

(الف)نامولود (ب)نومولود (ج)شیر خوار (د)تابع فرمان

جوابات:

1-ج	2-الف	3-ج	4-د	5-ب
6-ج	7-الف	8-ج	9-ب	10-الف
11-ب	12-ب	13-ج	14-ج	15-د
16-ج	17-ب	18-ج	19-ب	20-ج
21-ج	22-ج	23-د	24-ج	25-ب
26-ج	27-ج	28-ج	29-ب	30-ج
31-د	32-ب	33-ج	34-ب	35-د
36-د	37-د	38-د	39-ج	40-ج
41-ب	42-الف	43-د	44-ج	45-الف
46-الف	47-ج	48-ج	49-ب	50-ب

12 ۔ حوصلہ نہ ہارو آگے بڑھو منزل اب کے دور نہیں

خلاصہ

ہم نے وطن عزیز پاکستان کو بڑی قربانیاں دے کر بنایا ہے اس سر زمین پر بسنے والے سب ایک قوم ہیں اور انشاء اللہ ایک ہی رہیں گے۔ کوئی بھی پاکستانیوں کے حوصلے پست نہیں کر سکتا نہ ہی ہم کسی کو ایسا کرنے کی اجازت دیں گے پاکستان کے گوشے گوشے میں لا تعداد کہانیاں بکھری پڑی ہیں آیئے آج ہم آپ کو پاکستان کے ایک قصبے میں رہنے والی ایک بہادر ماں کی مثال دیتے ہیں۔

ہمارا قصبے کا ایک مشہور و معروف نام "بی جان" بہادری اور دلیری کا پیکر ہیں۔ وہ اس نام کی حقدار اس لیے ہیں کہ وہ ایک شہید کی بیٹی، شہید کی بیوی اور شہید کی ماں ہیں۔ بی جان ہمیشہ پر عزم رہتیں، ہر کوئی انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا کیونکہ وہ ہر کسی کی ضرورت کا خیال رکھتیں اور قصبے کے لوگوں کے مسائل کو حل کرتی تھیں اور دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتیں۔

ایک دن وہ اپنے کمرے میں آرام کرسی پر براجمان تھیں کہ اچانک ٹیلی ویژن پر آنے والی خبر سن کر پریشان ہو گئیں یہ خبر اس دردناک واقعہ سے متعلق تھی جو آج تک کسی نے روئے زمین پر نہ دیکھا تھا اس خبر میں سانحہ پشاور دکھایا جا رہا تھا جس میں دہشت گردوں نے ڈیڑھ سو کے قریب قریب معصوم بچوں، اساتذہ اور گارڈز کو شہید کر دیا تھا۔ ساری دنیا تڑپ اُٹھی اور ہر آنکھ اشکبار تھی جس سے "بی جان" کے زخم پھر سے ہرے ہو گئے کیونکہ شہداء میں انہیں اپنا بیٹا احمد نظر آ رہا تھا جو ایک بم دھماکے میں زخمیوں کی مدد کرتے ہوئے شہید ہوا تھا جس کو انہوں نے بڑی مشقتوں سے پالا تھا، ایف۔اے کے بعد احمد اپنے نانا اور والد کی طرح فوج میں بطور آفیسر منتخب ہو گیا جب اُس نے "کاکول اکیڈمی"، "ایبٹ آباد" کے لیے روانہ ہونا تھا، وہ اپنی چیزیں لینے کے لیے مارکیٹ گیا جہاں بم کا دھماکہ ہو گیا ہر طرف افرا تفری پھیل گئی۔ احمد نے اپنی چیزوں کو چھوڑ کر بڑی بہادری اور دلیری سے زخمیوں کی مدد کرنے لگا فارغ ہونے کے بعد جیسے ہی پلٹا تو ایک عورت کی مدد کرنا ہی چاہتا تھا کہ ایک زوردار دھماکا ہوا اور احمد بھی اس کی زد میں آ گیا "بی جان" کو جب معلوم ہوا کہ اُن کا بیٹا بڑی بہادری سے انسانی جانوں کو بچاتے ہوئے شہید ہو گیا ہے تو اُن کا سر فخر سے بلند ہو گیا مگر ممتا کو سکون نہیں ملتا تھا، وہ بار بار اپنے آپ اور معاشرے سے سوال کرتیں کہ یہ کیسے دشمن ہیں جو کالی بھیڑوں کی طرح ہمارے اندر چھپے ہوئے ہیں؟ ہم ان کو کیسے پہچانیں؟ ان کے ارادے کیا ہیں؟ وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ اپنے بچے اور اس جیسے ناحق شہید لوگوں کا خون کن ہاتھوں پر تلاش کروں؟

سانحہ پشاور کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچ گئیں کہ درندوں کا اصل مقصد کیا ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں اچانک اُن کے کانوں میں ملی ترانے کی یہ آواز آئی:

حوصلہ نہ ہارو آگے بڑھو، منزل اب کے دور نہیں

ساری رات سوچنے اور صبح کی نماز پڑھنے کے بعد آخر کار وہ ایک فیصلے پر پہنچ گئیں۔ انہوں نے تمام قصبے کے لوگوں کو جمع کر کے مشورہ کیا اور بولیں: اب وقت آ گیا ہے کہ دہشت گردوں کی پہچان قوم کے تمام افراد کو کرنا ہے۔ دہشتگرد ہمیں تعلیم سے دور رکھنا چاہتے ہیں اور جہالت سے بڑی کوئی لعنت نہیں۔ ہمیں دہشت گردی کا مقابلہ کر کے اپنی قوم کو جہالت کے اندھیروں سے نکالنا ہے۔

علم کے راستے کی ہر رکاوٹ دور کرنا ہے۔ پہل میں کرتی ہوں اور اس کام کے لیے اپنے گھر کو "آگاہی سنٹر" بناتی ہوں۔ جو دوسرے مرد و خواتین کو ناگہانی حالات سے مقابلہ کرنے کے لیے ہر طرح کی ضروری معلومات دے گا تاہم انفرادی طور پر ہم یہ کر سکتے ہیں۔ اپنے علاقے کا تحفظ یقینی بنائیں،

مشکوک افراد کی پولیس کو اطلاع دیں، ہر فرد کی چیکنگ کریں، ایمرجنسی فون نمبر نمایاں جگہ پر لگائیں، لاوارث چیزوں کی اطلاع دیں، کرایہ دار رکھنے میں محتاط ہو جائیں۔ ہر علاقے میں آگاہی سنٹر کا قیام لازمی ہو، تربیت یافتہ لوگ آگے بڑھیں مثلاً ریٹائر فوجی، پولیس وغیرہ۔

دہشت گردی اور قتلِ عام سے ڈر کر خاموشی اختیار کرنا بزدلی ہے، اس ظلم کے خلاف ہر سطح پر آواز بلند کر کے ہمیں زندہ ہونے کا ثبوت دینا ہوگا

اگرچہ حکومت دہشتگردوں سے نمٹنے کے ضروری اقدامات اٹھا رہی ہے۔ تاہم پھر بھی اس امر کی ضرورت ہے کہ اپنی مدد آپ کے تحت کیا کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اصولوں پر عمل کرنا ہوگا:

اپنے گھریلو ماحول کو بہتر بنانا ہوگا۔ قول و فعل سے تضاد ختم کرنا ہوگا۔ ہمسایوں سے بہتر تعلقات بنانے ہوں گے۔ ایک دوسرے کے عقائد و نظریات کا احترام کرنا ہوگا۔ پاکستانیوں کی جان و مال کا تحفظ۔۔ محبت اور رواداری کے جذبات کا فروغ، مذہبی آزادی کا خیال رکھنا۔ غیر ذمہ دار افراد کے خلاف مناسب کارروائی کرنی ہوگی۔

امید ہے کہ اگر ہم اپنی مدد آپ کے تحت اپنے اپنے محلے، قصبے اور ٹاؤن کی سطح پر کام کریں تو یقیناً ہم دہشت گردی کی لعنت کو جڑ سے اکھاڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

"پاکستان زندہ باد"

مشق

سوال 1: متن کو مدِنظر رکھتے ہوئے درست جوابات کی نشاندہی کریں۔

1- سکولوں کو دہشت گردوں سے محفوظ بنانے کے لیے کس چیز کی ضرورت ہے؟

(الف) سیکورٹی گارڈ (ب) سی سی ٹی وی کیمرہ (ج) خاردار تار (د) ✓ تمام

2- ایمرجنسی نمبر کا نمایاں جگہ پر چسپاں کرنا کیوں ضروری ہے؟

(الف) ✓ یاد دہانی کے لئے (ب) سجاوٹ کے لئے (ج) قانونی تقاضا پورا کرنے کے لیے (د) پولیس اور متعلقہ محکمہ کو فوری اطلاع دینے کے لیے

3- سکول میں مشکوک بیگ نظر آنے کی صورت میں:

(الف) دوستوں کو بتایا جائے (ب) ٹیچر کو بتایا جائے (ج) ✓ ایمرجنسی فون پر اطلاع کی جائے (د) بیگ کو خود ہٹایا جائے

4- دہشتگردی کے خاتمے پر اہم کردار ہے:

(الف) الیکٹرانک میڈیا کا (ب) مسجد کا (ج) مدرسے کا (د) ✓ تمام کا

5- محلے میں آگاہی سینٹر کے قیام کا مقصد:

(الف) ✓ تربیت یافتہ لوگوں کو آگے لانا (ب) باہمی میل جول (ج) ایک دوسرے کو اطلاع دینا (د) پولیس کی مدد کرنا

6- دکاندار دکان کھولنے سے پہلے دہشت گردوں کے حوالے سے جائزہ لیں:

(الف) تالوں کا (ب) ✓ ارد گرد لوگوں کا (ج) ارد گرد مشکوک اشیاء کا (د) دکان کے اندر اشیاء کا

7- سانحہ پشاور کب پیش آیا؟

(الف)13دسمبر2014ءکو (ب)14دسمبر2014ءکو (ج)15دسمبر2014ءکو (د)✓16دسمبر2014ءکو

8-دہشت گردی کو ختم کرنے کے لیے کس کے ساتھ کام کرنا ہوگا؟

(الف)فوج (ب)پولیس (ج)عوام (د)✓سب کے ساتھ

9-اپنی مدد آپ کے تحت دہشت گردی سے چھٹکارا پایا جاسکتا ہے:

(الف)✓نفرت وجہالت ختم کرکے (ب)عدم برداشت ختم کرکے (ج) تفرقہ بازی ختم کرکے (د)ان سب کو

10-کاکول اکیڈمی واقع ہے:

(الف)✓ایبٹ آباد (ب)مظفر آباد (ج)نتھیا گلی (د)گھوڑا گلی

سوال2: مناسب الفاظ کی مدد سے خالی جگہ پر کریں۔

جوابات:

1- سانحہ پشاور **16دسمبر2014**ءکو ہوا۔

2- ملٹری اکیڈمی کاکول **ایبٹ آباد** میں واقع ہے۔

3- ہمیں محلے اور قصبے میں داخل ہونے والے ہر اجنبی شخص کی **چھان بین** کرنی چاہیے۔

4- کسی پراسرار سرگرمی کی فوری اطلاع **1717** پر دینی چاہیے۔

سوال3: متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست اور غلط کی نشاندہی کریں۔

1- جہالت سب سے بڑی لعنت ہے۔ ✓

2- ہم اپنے محلے میں داخل ہونے والے اجنبی شخص کی چھان بین نہیں کرنی چاہیے۔ ✗

3- ایمرجنسی سے نمٹنے کے لئے 1717 پر اطلاع دی جاتی ہے۔ ✓

4- کرایہ دار رکھتے ہوئے متعلقہ تھانوں میں اُن کے شناختی کارڈ کا اندراج لازمی کروانا چاہیے۔ ✓

5- ہمیں ایک دوسرے کے عقائد اور نظریات کا احترام کرنا چاہیے۔ ✓

سوال4: درج ذیل الفاظ کی مدد سے ایسے جملے بنائیں جو اُن کا مفہوم واضح کردیں۔

الفاظ	**جملے**
افراتفری	بم دھماکے کے وقت ہر طرف افراتفری پھیل گئی۔
جہالت	اپنی مدد آپ کے تحت نفرت اور جہالت کو ختم کرکے دہشت گردی سے چھٹکارا پایا جاسکتا ہے۔
مشکوک	اپنے گلی اور محلے میں بھی مشکوک افراد کی چھان بین کرنی چاہیے۔
محبِّ وطن	محبِّ وطن لوگ ہی ہمیشہ قوم وملک کی ترقی کے لئے کام کرتے ہیں۔
عقائد	ہمیں دوسروں کے عقائد و نظریات کا اسی طرح احترام کرنا چاہیے جتنا ہم اپنے نظریات وعقائد کا کرتے ہیں۔
غفلت	انسان کو غفلت کی نیند سے جگانے کے لئے ذوقِ آگہی دینا بہت ضروری ہے۔

سوال 5: سوالات کے مختصر جوابات:

1- آپ اپنے سکول میں دہشت گردی کی روک تھام کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟

جواب: بحیثیت طالب علم اپنے سکولوں کے گردونواح پر نظر رکھیں نیز مشکوک شخص، چیز اور لاوارث سامان پر بھی نظر رکھیں۔ سکول کے اوقات کار میں کسی بھی اجنبی شخص کو بغیر تحقیق سکول کی طرف نہ آنے دیں۔

2- ایک دکاندار اپنے علاقے میں کس طرح دہشت گردی کی روک تھام میں معاونت کر سکتا ہے؟

جواب: ہر محلے اور قصبے یا گاؤں کے دکاندار اپنی دکان کھولنے سے پہلے ارد گرد کا جائزہ لیں کہ کوئی مشکوک چیز مثلاً سائیکل، موٹر سائیکل یا گاڑی وغیرہ لاوارث تو نہیں کھڑی اگر ہے تو فوراً اطلاع دیں۔ اس طرح دکاندار اپنے علاقے میں دہشت گردی کی روک تھام میں معاونت کر سکتا ہے۔

3- لوگوں کو دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے اپنی مدد آپ کے تحت کیا کرنا چاہیے؟

جواب: دہشت گردی اور قتل عام سے ڈر کر خاموشی اختیار کرنے کی بجائے اس ظلم کے خلاف ہر سطح پر آواز بلند کر کے ہمیں اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دینا ہوگا۔ اگرچہ حکومت ان سے نمٹنے کے لیے ضروری اقدامات اٹھا رہی ہے۔ تاہم پھر بھی ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہم اپنی مدد آپ کے تحت کیا کر سکتے ہیں ہمیں مندرجہ ذیل اُصولوں پر عمل کرنا ہوگا۔

- گھریلو ماحول کو بہتر بنا کر۔
- اخلاقی ذمہ داریوں کا احساس دلا کر۔
- بچوں کو تعلیم یافتہ اور با عمل انسان بنا کر۔
- زندگی کے تمام شعبہ جات میں قول و فعل کا تضاد ختم کر کے۔
- ہمسایوں سے بہتر تعلقات بنا کر۔
- ایک دوسرے کے دکھ درد میں عملاً شریک ہو کر۔
- ایک دوسرے کے نظریات و عقائد کا احترام کر کے۔
- پاکستانیوں کے جان و مال کو محفوظ بنا کر۔
- آپس میں محبت اور رواداری اور برداشت کے جذبات کو فروغ دے کر۔
- تمام مذاہب کا احترام کر کے۔
- ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہو کر۔
- غریبوں کی مدد کر کے۔
- جہالت، نفرت اور صوبائی تعصب ختم کر کے۔

4- دہشت گردی کو روکنے کے لیے کرایہ داروں کے لیے ضروری معیار مختصراً بیان کریں۔

جواب: تمام مالکِ مکان جب بھی کوئی کرایہ اور گھریلو ملازم کو رکھیں تو سب سے پہلے متعلقہ تھانوں میں ان کے شناختی کارڈ وغیرہ کی جانچ پڑتال اور اندراج لازمی کروائیں۔ تحریری معاہدہ کریں۔

5- محلے میں دہشت گردی کے حوالے سے "آگاہی سنٹر" کے قیام کے کیا مقاصد ہو سکتے ہیں؟

جواب: محلے میں "آگاہی سنٹر" کا سب سے بڑا مقصد مرد و خواتین کو ناگہانی حالات سے انفرادی اور اجتماعی طور پر تیار کرنا ہے تاکہ وہ مشکل حالات میں نہ صرف خود مقابلہ کر سکیں بلکہ دوسروں کی بھی مدد کر سکیں۔ آگاہی سنٹر کے دوسرے بڑے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

- تمام قوم متحد ہو جائے اس کی تعلیم دیں۔
- علم کے راستے کی تمام رکاوٹیں دور کرنا۔
- تعلیم کو عام کرنا۔
- جہالت کو دور کرنا۔
- علم کی روشنی کو پھیلانا۔
- تربیت یافتہ افراد کو آگے لانا۔
- ایک دوسرے کی مدد کرنا۔
- لوگوں کو روزگار فراہم کرنا۔

کثیر الانتخابی سوالات

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1- جب تک دنیا باقی ہے تم ـــــ ہو:

(الف) امر (ب) زندہ (ج) تابندہ (د) درخشندہ

2- یہ یاد ہی اب تو ہے:

(الف) جیون (ب) زندگی (ج) حقیقت (د) سرمایہ

3- کل تک تھے بس اپنے گھر کے تم:

(الف) نواسی (ب) رہائشی (ج) باسی (د) باشندے

4- شہدائے پشاور خوشبو کے روپ میں ہیں:

(الف) پھول (ب) ستارے (ج) چاند (د) سورج

5- ہر دل کی تم ہی ہو:

(الف) چمک (ب) دمک (ج) دھڑکن (د) جان

جوابات:

1-ب	2-الف	3-ج	4-الف	5-ج

13 ۔ حمد

خواجہ الطاف حسین حالی

شعر 1

قبضہ ہو دلوں پر کیا اور اس سے سوا تیرا

اک بندہ نافرماں ہے حمد سرا تیرا

تشریح:

پالنے والے مجھ جیسا نافرمان بندہ تیری حمد کر رہا ہے تو یہ دلوں پر تیرے قبضے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

جو شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ جو حقوق اللہ کی ادائیگی میں احتیاط اور ذمہ داری برتتا ہو، اس کا اللہ کی حمد و ثنا کرنا سمجھ میں آتا ہے کہ اس کے ایمان و عمل کا تقاضا ہے کہ وہ بارگاہ خداوندی میں حمد و سرا ہو لیکن وہ شخص جو اس کے فرامین پر عمل نہ کرتا ہو۔ جو من مانی کا قائل ہو۔ جس کے لئے اس کی خواہشات اور اس کی مرضی ہی سب کچھ ہو اگر وہ اللہ تعالی کی تعریف بیان کر رہا ہو تو یہ بات سوچنے کی دعوت دیتی ہے۔

عظمت تیری مانے بِن کچھ بَن نہیں آتی یاں

ہیں خیرہ و سرکش بھی دم بھرتے سدا تیرا

خواجہ الطاف حسین حالی کا موقف یہ ہے کہ میں جب اپنے اعمال کو دیکھتا ہوں ان کا تعین کرتا ہوں تو اندازہ ہوتا ہے کہ میں تمہارے احکام کی اطاعت نہیں کر رہا میرا شمار تیرے نافرمان بندوں میں ہوتا ہے، لیکن پھر بھی تیری تعریف میری زبان پر ہے تو یہ تیری قدرت کاملہ کی دلیل ہے کہ میرا ارادہ میرے تابع ہے لیکن میرا دل میری روح تیری بارگاہ میں سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی

مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ بے شک انسان ظالم اور جاہل واقع ہوا ہے ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے

"بے شک انسان جلد باز واقع ہوا ہے "انسان ہے ہی خطا کا پُتلا۔

حالی کا موقف یہ ہے کہ میں ذی قار ہوں میں خدا کے احکام پر عمل نہیں کرتا لیکن پھر بھی اس کی تعریف کرتا ہوں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دلوں پر فقط اللہ تعالی ہی کی حکمت ہے۔

شعر 2

گو سب سے مقدم ہے حق تیرا ادا کرنا

بندے سے مگر ہو گا حق کیسے ادا تیرا

تشریح:

انسان کے لئے سب سے پہلے اللہ کے حقوق کو ادا کرنا فرض ہے لیکن انسان کمزور واقع ہوا ہے اس سے اللہ کی ان گنت نعمتوں کا شکر ادا کرنا ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر خالق کائنات ہے تو وہ رب العالمین ہے یعنی سب جہانوں کا پالنے والا، کوئی اپنا ہو یا پرایا، دوست ہو یا دشمن وہ اپنی نعمتوں کے عطا کرنے میں کوئی امتیاز نہیں کرتا

پہنچتا ہے ہر اک مے کش کے آگے دور جام اس کا
کسی کو تشنہ لب رکھتا نہیں ہے لطفِ عام اس کا

وہ ایسا عطا کرنے والا ہے کہ اس سے بعض اوقات مانگنے کی ضرورت بھی نہیں پڑتی وہ دلوں کے بھید جانتا ہے مانگنے سے پہلے ہی عطا کر دیتا ہے

اس شان کریمی نے ارادوں کو لیا بھانپ
کہنے نہ پایا تھا ابھی حرف دعا میں

حالی کا یہ موقف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتیں ہمیں حاصل ہے اور ہم پر لازم ہے کہ ہم ان نعمتوں کا شکر ادا کریں لیکن ہمارے لیے ایسا ممکن نہیں کہ اللہ کے جو حقوق اپنے بندوں پر ہیں انہیں پوری طرح ادا کرنا ممکن نہیں انسان اگر اپنی جان بھی دے دے تو کوئی بڑی بات نہیں کیوں کہ زندگی بھی تو اسی کی عطا کی ہوئی ہے۔

جان دی دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حالی انسانوں کے عجز کا اعتراف کرتے ہیں کہ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ کا حق ادا کر سکتا ہے تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ انسان عاجز و مجبور ہے اس کی صلاحیتیں محدود ہیں اس کا ظرف محدود ہے وہ چاہے بھی تو احسن طریقے سے اللہ کے حقوق ادا کرنا ممکن نہیں۔

شعر 3

محرم بھی ہے ایسا ہی جیسا کہ ہے نامحرم
کچھ کہہ نہ سکا جس پر یاں بھید کھلا تیرا

تشریح:

پالنے والا جو تجھے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے اس کی حالت بھی ویسی ہے جو تجھے جاننے سے قاصر ہے کیوں کہ جس کسی نے بھی توحید کے راز کو سمجھا وہ اس کا اظہار نہیں کر سکا۔ انسان کی صلاحیتیں محدود ہیں وہ اپنی ان محدود صلاحیتوں کی بناء پر خداوند تعالیٰ کے بارے میں کچھ نہیں جان سکتا۔

لاکھ پردوں میں تو ہے بے پردہ
سو نشانوں میں بے نشاں تو ہے

خداوند تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے جب کہ انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ہر اس مقام تک پہنچ سکے جہاں اللہ تعالیٰ ہے۔

دوسرا کون ہے جہاں تو ہے
کون جانے تجھے کہاں تو ہے

تشریح:

جو لوگ مصیبت میں گرفتار ہونے پر تیری شکایت کرتے ہیں انہیں بھی تو ہی سارے عالم پر چھایا ہوا دکھائی دیتا ہے اور شاید اسی لیے وہ تیرے سے گلِا بھی کرتے ہیں۔انسان فطری طور پر اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتا ہے، اگر ایسا ممکن ہو تو انسان خوش اور راضی رہتا ہے لیکن ہر کام انسان کی مرضی کے مطابق ہو ایسا ممکن نہیں۔ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ میں نے ارادوں کے ٹوٹنے سے اللہ کو پہچانا ہے۔ جہاں کوئی کام انسان کی مرضی کے مطابق نہ ہو وہاں اللہ کے نیک بندے تو اللہ سے رجوع کرتے ہیں ارشاد خداوندی ہے:

جب اللہ کے شکر گزار بندوں پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

دوسری طرف کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ کی حکمت کو نہیں سمجھتے جو اپنی جلد باز طبیعت کے باعث یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ان کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے تو وہ اللہ تعالی کا شکوہ کرنے لگتے ہیں۔

کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے
بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہرجائی ہے

حالی کا موقف یہ ہے کہ شکوہ کرنے والے افراد کا شکوہ شکایت اپنی جگہ لیکن انہیں بھی ہر طرف خدا ہی محیط نظر آتا ہے، ان کا گلہ و شکوہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی قدرت کاملہ پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کی مرضی سے ہو رہا ہے، یہ اللہ تعالی کی ہستی کا کمال ہے کہ شکر کرنے والے ہوں یا شکایت کرنے والے سارے بندے اللہ تعالی کی قدرت و حکمت کا اقرار کرتے ہیں یہ اقرار نہیں تو بلاواسطہ ہوتا ہے اور کہیں بالواسطہ لیکن یہ ممکن نہیں کہ مخلوق اس کے اختیار و اقتدار کا اقرار نہ کرے۔

شعر 6

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام، صبا تیری

تشریح:

صبح کی ہوا ہر طرف اللہ کا پیغام لے کر جاری ہے اگر کب تک اس کی خوشبو ہر طرف نہیں پھیلے گی، صبح کے وقت جب ہوا چلتی ہے تو وہ پھولوں کی خوشبو ہر طرف بکھیرتے ہوئے چلتی ہے، حالی کا موقف یہ ہے کہ جس طرح صبا پھولوں کی مہک ہر طرف پہنچا دیتی ہے اسی طرح توحید کا پیغام بھی ہر طرف پھیل کر رہے گا۔

ارشاد ہے کہ:

حق آیا تو باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے ہی کے لئے تھا۔

انسان اگر غور و فکر سے کام لے تو اسے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ کائنات بغیر کسی پیدا کرنے والے کے وجود میں نہیں آسکتی یہ دن اور رات کا تبدیل ہونا، سبزے کا اگنا، ہواؤں کا چلنا، موسموں کا بدلنا، فصلوں کا پکنا، ہر چیز اس کے ہونے کی گواہی دیتا ہے۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب

14 ۔ نعت

امیر مینائی

شعر1

صبا بے شک آتی مدینے سے تو ہے
کہ تجھ میں مدینے کے پھولوں کی بُو ہے

تشریح:

اے صبح کے وقت چلنے والی ہوا بے شک تو مدینے سے ہو کر آ رہی ہے کیونکہ تجھ میں مدینے کے پھولوں کی خوشبو شامل ہے، یہ قانون قدرت ہے کہ صبح کے وقت ہوا ضرور چلتی ہے یہی وقت پھولوں کے کھلنے کا ہوتا ہے، چنانچہ اس ہوا میں پھولوں کی مہک بھی شامل ہو جاتی ہے، امیر مینائی کا موقف یہ ہے کہ صبح کی ہوا میں عام پھولوں کی خوشبو نہیں بلکہ مدینے کے پھولوں کی خوشبو ہے، لگتا ہے صبح کی ہوا مدینے بار گاہ رسالت میں حاضری دے کر آتی ہے تو اس شہر کے پھولوں کی مہک اپنے ساتھ لے آئی۔

حضورؐ سے محبت ہمارے ایمان کی تکمیل کی بنیادی شرط ہے، ارشاد نبوی ہے "تم میں سے کسی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ کائنات کی ہر شے سے زیادہ مجھ رسول سے محبت نہ کرے۔"

امیر مینائی عشق رسول میں سرشار ہیں کہ انہیں صبح کے ہوا میں اگر پھولوں کی خوشبو محسوس ہوئی تو اسے مدینے کی گلیوں کی عطا قرار دیتے ہیں، وہ شہر جسے حضورؐ کی نام کی نسبت حاصل ہے، وہ ہستی جو جہاں سے گزری اس مقام کو عزت و رفعت عطا کر دی۔

وہ دانائے سبل ختم رسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

مدینے کی فضاؤں کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اگر دنیا کے کسی گوشے سے بھی ہوا یہاں آ جائے تو یہاں سے خالی ہاتھ نہیں جاتی بلکہ یہاں کے پھولوں کی مہک اپنے ساتھ لے کر جاتی ہے۔

یاد جب مجھ کو مدینے کی فضا آتی ہے
سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے

شعر نمبر2:

سُنی ہم نے طوطی و بلبل کی باتیں
ترا تذکرہ ہے، تری گفتگو ہے

تشریح:

ہم نے مختلف پرندوں کی گفتگو سنی ہے، سبھی کی زبان پر تیری باتیں ہیں تیرا ہی تذکرہ ہو رہا ہے۔ حدیث قدسی ہے میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں چنانچہ میں نے ایک مخلوق خاص کو تخلیق کیا یہ مخلوق خاص حضور ﷺ کی ہستی ہے اس حدیث قدسی میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے محبوب اگر ہم آپ کو پیدا نہ کرتے تو یہ آسمان بھی نہ بناتے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو ترا وجود الکتاب

گنبدِ آبگینہ رنگ ترے محیط میں حباب

باقی ساری کائنات حضورؐ کے طفیل وجود میں آئی تو انصاف کا تقاضا ہے کہ جو ہستی کسی کی تخلیق کا باعث بنی ہو اس کا شکریہ ادا کیا جائے، امیر مینائی کا موقف یہ ہے کہ جتنے بھی خوش گلو پرندے ہیں اگر ان کی آواز پر دھیان دیا جائے تو یوں لگتا ہے جیسے وہ ﷺ کی صدائیں بلند کر رہے ہیں، درود و سلام ایک ایسا عمل ہے کہ خدا اس میں اپنے آپ کو اور فرشتوں کو بھی شریک قرار دیتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"اللہ اور اس کے فرشتے آپؐ پر درود بھیجتے ہیں اور اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر اس طرح درود بھیجو جیسے درود بھیجنے کا حق ہے"۔

تشریح طلب شعر میں پرندوں کی زبان پر حضورؐ کا تذکرہ اور حضورؐ کی گفتگو گویا ان کے آپؐ پر درود بھیجنے کی بات ہے جہاں خدا کا ذکر ہو وہاں ذکر مصطفٰے نہ ہو یہ ممکن نہیں ہے۔

خدا کا ذکر کرے ذکرِ مصطفٰیؐ نہ کرے

ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں خدا نہ کرے

شعر نمبر 3:

جیوں تیرے در پر، مروں تیرے در پر

یہی مجھ کو حسرت یہی آرزو ہے

تشریح:

میری آرزو یہی ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں تو بارگاہ نبوت سے وابستہ رہوں اور یہیں مجھے موت آجائے۔ انسانی فطرت ہے کہ انسان جس ہستی کو چاہتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اسے اپنی نظروں کے روبرو دیکھنا چاہتا ہے جوں جوں محبت بڑھتی جاتی ہے اسی اعتبار سے دیکھنے کی خواہش میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور ایک وقت آتا ہے جب پلکوں کا جھپکنا بھی دیکھنے کے عمل میں رکاوٹ محسوس ہونے لگتا ہے۔

نظارے کو یہ جنبش مژگاں بھی بار ہے

نرگس کی آنکھ سے تجھے دیکھا کرے کوئی

زندگی بھر کسی ہستی کے دروازے پر رہنا اور وہیں موت آجانے کی آرزو کرنا اس ہستی سے بے تحاشا محبت کی دلیل ہے۔

آرزو ہے کہ رہے دھیاں ترا تادم مرگ

شکل تری نظر آئے مجھے جب آئے اجل

امیر مینائی کا موقف ہے کہ میری خواہش میرا ارمان یہی ہے کہ میری زندگی درِ رسول پر بیت جائے اور میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کروں۔ اصل میں جو شخص درِ مصطفٰے کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جاتا ہے تو پھر اسے کوئی دروازہ قبول نہیں کرتا پھر وہ در در بھٹکتا پھرتا ہے۔

تمہارے در کو جو چھوڑا تو در بدر بھٹکے

ترس گئی ہے جبیں سنگ آستاں کے لئے

حضور ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے تو خود حضور ﷺ کی محبت ایمان کے تکمیل ہونے کی شرط ہے، امیر مینائی دونوں عمل ایک ساتھ سرانجام دیتے ہیں کہ غلام کی طرح دروازے پر حاضر رہتے ہیں اور عشق رسول میں درِ حضور ﷺ پہ دل و جان قربان کرتے نظر آتے ہیں۔

شعر نمبر 4

جسے جس طرف آنکھ، جلوہ ہے اُس کا

جو یک سو ہو دل تو وہی چار سُو ہے

تشریح:

میں جس طرف بھی نظر جما کر دیکھوں تو حضور ﷺ کا نور دکھائی دیتا ہے، جب انسان کسی سے بے تحاشا محبت کرتا ہے تو اسے اپنا محبوب اپنے ہر طرف محسوس ہوتا ہے۔

وہ کہ خوشبو کی طرح پھیلا تھا میرے چار سو

میں اسے محسوس کر سکتا تھا چھو سکتا نہ تھا

امیر مینائی کا موقف یہ ہے کہ حضور ﷺ کے انوار کی جھلکیاں کائنات میں ہر طرف نظر آتی ہیں، وجہ یہ ہے کہ جہاں خدا کی ذات رب العالمین ہے وہاں حضور کی ہستی رحمت اللعالمین ہے، جہاں جہاں اللہ کی ربوبیت ہے وہاں وہاں حضور کی رحمت موجود ہے، تو محبت کی نظر سے دیکھا جائے تو پھر انساں جس طرف بھی نظر بھر کر دیکھے حضور کا جلوہ اسے نظر آ سکتا ہے۔

جگ میں آ کر ادھر ادھر دیکھا

تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

انوار الٰہی کا دیکھنا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر کے لئے ممکن نہ ہوا کہ تجلی ظاہر ہوتی تو وہ بے ہوش ہو گئے لیکن اگر ایک حساب ایمان دل کی نگاہ سے دیکھے تو اسے حضور ﷺ کے نور کی جھلکیاں نظر آ سکتی ہیں۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

شعر نمبر 5:

تری راہ میں خاک ہو جاؤں مر کر

یہی میری حُرمت، یہی آبرو ہے

تشریح:

میری عزت اور تکریم اسی میں ہے کہ میں فنا ہو کر آپؐ کے راستے کی دھول بن جاؤں۔

15 ۔ برسات کی بہاریں

نظیر اکبر آبادی

بند نمبر 1:

ہیں اس ہوا میں کیا کیا برسات کی بہاریں
سبزوں کی لہلہاہٹ، باغات کی بہاریں
بوندوں کی جھجھاہٹ، قطرات کی بہاریں
ہر بات کے تماشے، ہر گھات کی بہاریں
کیا کیا مچی ہیں یارو! برسات کی بہاریں

تشریح:

نظیر اکبر آبادی عوامی شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنے قرب وجوار کے ماحول، اپنے عہد کے رسم و رواج اور تہذیب وتمدن کو بڑی عمدگی کے ساتھ اپنی شاعری میں ڈھالا ہے۔ انہوں نے شعر وسخن کے لیے ایسے موضوعات کا انتخاب کیا ہے جن کا تعلق براہِ راست عوام الناس بالخصوص غریب اور متوسط طبقے سے تھا۔ نظم "برسات کی بہاریں" میں انہوں نے موسمِ برسات کی دلکش منظر کشی کی ہے۔

تشریح طلب بند میں وہ برسات کا منظر بیان کر رہے ہیں کہ جب برسات کے موسم کا آغاز ہو جاتا ہے تو فضا میں خوشیوں کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ہوا میں خنکی سے لوگوں کے چہروں پر خوشی و مسرت کے تاثرات ابھرنے لگتے ہیں۔ سوکھی اور پیاسی زمین سیر اب ہو جاتی ہے۔ گرمی کی شدت سے باغوں، پارکوں، باغیچوں کا سبزہ مرجھا گیا تھا۔ اب برسات کی بارشوں سے پھر سے جی اٹھا ہے اور ہر طرف سبزہ ہی سبزہ دکھائی دیتا ہے۔ یہ سبزہ جب ہوا سے لہراتا ہے تو آنکھوں کو سکون اور طراوت بخشتا ہے۔ بارش کی ہلکی ہلکی پھوار سے، بوندوں کی چمک دمک سے ایک عجب سماں پیدا ہو جاتا ہے۔ بچے بڑے بارش میں نہاتے ہیں۔ کھیل تماشا کرتے ہیں اور یوں ہر طرف برسات کی دھوم مچ جاتی ہے۔

بند نمبر 2:

بادل ہوا کے اوپر ہو مست چھا رہے ہیں
جھڑیوں کی مستیوں سے دھومیں مچا رہے ہیں
پڑتے ہیں پانی ہر جا جل تھل بنا رہے ہیں
گلزار بھیگتے ہیں سبزے نہا رہے ہیں
کیا کیا مچی ہیں یارو! برسات کی بہاریں

تشریح:

نظیر اکبر آبادی عوامی شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنے قرب و جوار کے ماحول، اپنے عہد کے رسم و رواج اور تہذیب و تمدن کو بڑی عمدگی کے ساتھ اپنی شاعری میں ڈھالا ہے۔ انہوں نے شعر و سخن کے لیے ایسے موضوعات کا انتخاب کیا ہے جن کا تعلق براہِ راست عوام الناس بالخصوص غریب اور متوسط طبقے سے تھا۔ نظم "برسات کی بہاریں" میں انہوں نے موسمِ برسات کی دلکش منظر کشی کی ہے۔

بادل ہوا کے اوپر لہراتے ہوئے چلے آ رہے ہیں اور تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے منٹوں سیکنڈوں میں جل تھل کر جاتے ہیں۔ ہر طرف بارش کے پانی سے بہاروں جیسا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ بادل جھومتے ہوئے سارے آسمان پر پھیل جاتا ہے۔

ہائے کیا فرطِ طرب سے جھومتا جاتا ہے ابر
فیلِ بے زنجیر کی صورت اڑا جاتا ہے ابر

جب بارش ہو جاتی ہے تو ہر طرف جل تھل ہو جاتا ہے۔ زمین کا گوشہ گوشہ بارش کے پانی سے بھر جاتا ہے۔ گلیوں، بازاروں، باغوں، باغیچوں، مکانات کے صحنوں اور کھیتوں کھلیانوں میں ہر جگہ پانی ہی پانی ہو جاتا ہے۔ سبزہ کی ہر جگہ بہار آئی ہوتی ہے۔ سبزے پر جب بارش کے قطرے پڑتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے قیمتی موتی چمک رہے ہیں۔

بند نمبر 3:

ہر جا بچھا رہا ہے سبزہ ہرے بچھونے
قدرت کے بِچھ رہے ہیں ہر جا ہرے بچھونے
جنگلوں میں ہو رہے ہیں پیدا ہرے بچھونے
بِچھوا دیے ہیں حق نے کیا کیا ہرے بِچھونے
کیا کیا مچی ہیں یارو! برسات کی بہاریں

تشریح:

نظیر اکبر آبادی عوامی شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنے قرب و جوار کے ماحول، اپنے عہد کے رسم و رواج اور تہذیب و تمدن کو بڑی عمدگی کے ساتھ اپنی شاعری میں ڈھالا ہے۔ انہوں نے شعر و سخن کے لیے ایسے موضوعات کا انتخاب کیا ہے جن کا تعلق براہِ راست عوام الناس بالخصوص غریب اور متوسط طبقے سے تھا۔ نظم "برسات کی بہاریں" میں انہوں نے موسمِ برسات کی دلکش منظر کشی کی ہے۔

موسمِ برسات میں سبزہ ہر جگہ نظر آتا ہے۔ سبزہ جب کہیں جگہ نہیں پاتا تو وہ جھیلوں، تالابوں اور نہروں کے پانی پر کائی کی صورت میں جم جاتا ہے تو گویا سبزے کی بہار ہر طرف چھا جاتی ہے۔ جنگل ہو، صحرا ہو، میدان ہو یا گھروں کے صحن، ہر جگہ سبزے کے بستر بچھ جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی صناعی ہے کہ اس نے سطحِ زمین پر اس موسم میں سبزے کی فراوانی پیدا کی ہوئی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ سبزہ دیکھنے سے آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی ہے اور قدرت شدید گرمی کے بعد بارشوں کے ساتھ ساتھ سبزے کے بچھونے بچھا کر ہمیں راحت دینا چاہتی ہے۔ اللہ کی اس نعمت کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

بند نمبر 4:

سبزوں کی لہلہاہٹ، کچھ ابر کی سیاہی
اور چھا رہی گھٹائیں سرخ اور سفید کاہی
سب بھیگتے ہیں گھر گھر لے ماہ تا بہ ماہی
یہ رنگ کون رنگے تیرے سوا الٰہی!
کیا کیا مچی ہیں یارو! برسات کی بہاریں

تشریح:

نظیر اکبر آبادی عوامی شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنے قرب و جوار کے ماحول، اپنے عہد کے رسم و رواج اور تہذیب و تمدن کو بڑی عمدگی کے ساتھ اپنی شاعری میں ڈھالا ہے۔ انہوں نے شعر و سخن کے لیے ایسے موضوعات کا انتخاب کیا ہے جن کا تعلق براہِ راست عوام الناس بالخصوص غریب اور متوسط طبقے سے تھا۔ نظم "برسات کی بہاریں" میں انہوں نے موسمِ برسات کی دلکش منظر کشی کی ہے۔

ہرے بھرے کھیتوں، میدانوں، باغات اور صحنوں کو دیکھ کر آنکھوں کو جو طراوت ملتی ہے وہ ناقابلِ بیان ہوتی ہے۔ یہ منظر بڑا دلفریب ہوتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان جگہوں پر پھر سے بہار آگئی ہے۔ پانی سے لبالب بھرے ہوئے کھیتوں میں دھان لگانے والی ٹولیاں جب مل کر خوشی کے گیت گاتی ہیں تو فضائیں گونج اٹھتی ہیں۔ پھر رنگ برنگے بادل اس کے حسن میں مزید اضافہ کر دیتے ہیں۔ کہیں سفید بادلوں کے ٹکڑے آسمان کی وسعتوں میں اٹکھیلیاں کر رہے ہیں۔ کہیں کالی سیاہ گھٹائیں ایک لمحے میں آسمان پر چھا جاتی ہیں اور پھر فوراً ہی تیز بارش سے ہر طرف جل تھل ہو جاتا ہے۔ اس بارش میں ہر انسان، ہر حیوان، چرند پرند یہاں تک کہ پانی کے اندر رہنے والے جانور بھی متاثر ہوتے ہیں۔

اے خدا تعالیٰ! زمین کی یہ رنگا رنگی تیری قدرت کا شاہکار ہے۔ تیرے سوا کون ہے جو اس طرح کی رنگینی پیدا کر سکتا ہے۔ یہ بھیگی رُت اور مستانہ ہوا ہر ایک ذی روح کو مسرور کرتی ہے۔

یہ بھیگی رُت، یہ مستانہ ہوا، برسات کا موسم
بہاروں کا سماں، یہ رس بھرے جذبات کا موسم

بند نمبر 5:

کیا کیا رکھے ہے یارب، سامان تیری قدرت
بدلے ہے رنگ کیا کیا ہر آن تیری قدرت
سب مست ہو رہے ہیں پہچان تیری قدرت
تیتر پکارتے ہیں سُبحان تیری قدرت
کیا کیا مچی ہیں یارو! برسات کی بہاریں

تشریح:

نظیر اکبر آبادی عوامی شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنے قرب وجوار کے ماحول، اپنے عہد کے رسم ورواج اور تہذیب و تمدن کو بڑی عمدگی کے ساتھ اپنی شاعری میں ڈھالا ہے۔ انہوں نے شعر و سخن کے لیے ایسے موضوعات کا انتخاب کیا ہے جن کا تعلق براہِ راست عوام الناس بالخصوص غریب اور متوسط طبقے سے تھا۔ نظم "برسات کی بہاریں" میں انہوں نے موسمِ برسات کی دلکش منظر کشی کی ہے۔

آسمان بالکل صاف ہوتا ہے۔ سورج اپنی شدت کا مظاہرہ کر رہا ہوتا ہے کہ اچانک ایک جانب سے بدلیاں اٹھتی ہیں اور پورے آسمان پر چھا جاتی ہیں۔ چند لمحوں میں تیز بارش سے ہر طرف جل تھل ہو جاتا ہے۔ بچے، جوان، بوڑھے، عورتیں سبھی اس بارش سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ بچے تو گلیوں اور بازاروں میں چھینٹے اڑاتے ہوئے بھاگتے پھرتے ہیں۔ یہ سب اللہ کی قدرت کے گن گاتے ہیں۔ جانور اور پرندے بھی اللہ کی شان بیان کرتے ہیں۔ تیتر بھی اپنی دلکش آواز میں "سبحان تیری قدرت" کے راگ الاپنے لگتے ہیں۔

دوستو! برسات نے کیا کیا دھومیں مچادی ہیں۔

16 ۔ پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

علامہ اقبالؒ

شعر نمبر1:

ڈالی گئی جو فصلِ خزاں میں شجر سے ٹوٹ
ممکن نہیں ہری ہو سحاب بہار سے

تشریح:

جو شاخ خزاں کے موسم میں درخت سے ٹوٹ جاتی ہے وہ موسم بہار کی بارشوں میں بھی ہری بھری نہیں ہو پاتی،اسی طرح جو فرد قوم سے کٹ جاتا ہے وہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

زندگی کی ہر شے مسلسل تبدیل ہوتی رہتی ہے۔اس کائنات کی بنیاد ہی تغیر پر ہے۔

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

زندگی میں ہونے والی تبدیلیاں اور تغیرات مثبت بھی ہوتے ہیں اور منفی بھی،انہی منفی تبدیلیوں میں ایک تبدیلی خزاں کے موسم کی آمد بھی ہے جب نباتات میں قوت نمونہ ہونے کے برابر رہ جاتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ درختوں اور پودوں کے پتے خشک ہو کر جھڑنے لگتے ہیں، شاخیں ٹنڈ منڈ ہو جاتی ہیں۔اس صورت حال میں اگر کوئی شاخ درخت سے ٹوٹ جائے تو پھر موسم بہار میں اس کے ہرا ہونے کا کوئی امکان نہیں رہتا کیونکہ اس نے اس تعلق کو توڑ دیا جہاں سے اسے زندہ رہنے کے لیے غذا ملتا تھی، علامہ محمد اقبال اس اصول کو فرد اور جماعت کے تعلق پر لاگو کرتے ہیں کہ کوئی بھی فرد ہو اس کی زندگی، اس کی بقا اپنی جماعت سے وابستگی پر ہوتی ہے اگر کوئی فرد اپنی قوم سے اپنے گروہ سے اپنی جماعت سے الگ ہو جائے، اپنا تعلق اس سے توڑ دے تو پھر اس کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

انسان جو گروہی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔علامہ اقبال اس کے لیے ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ وابستہ رہے۔ مسلمانوں سے اسی بات کا تقاضا قرآن مجید بھی کرتا ہے۔

"اے ایمان والو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو"

وہ فرد جو قوم سے الگ ہو جاتا ہے وہ اپنی پہچان کھو بیٹھتا ہے۔اس کا وجود معدوم ہونے لگتا ہے۔

شعر نمبر2:

ہے لازوال عہدِ خزاں اُس کے واسطے

کچھ واسطہ نہیں ہے اُسے برگ و بار سے

تشریح:

درخت سے ٹوٹی شاخ ہمیشہ کے لئے خزاں رسیدہ رہتی ہے اسے پھر پھول پتوں سے کوئی واسطہ نہیں رہتا۔ زندگی میں ہونے والی تبدیلیاں دو طرح کی ہوتی ہیں اول وہ تبدیلیاں جو دائرے کی صورت میں ہوتی ہیں یعنی جو اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہیں جو ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتیں۔ دوم وہ تبدیلیاں جو اگر ایک بار آجائیں تو پھر انھیں پلٹنا ناممکن نہیں ہوتا۔ موسموں کی تبدیلی تو دائرے میں ہونے والی تبدیلی ہے کہ بہار کے بعد خزاں اور خزاں کے بعد بہار آتی رہتی ہے لیکن اس خزاں میں جو پتے یا شاخیں درخت سے الگ ہو جاتی ہیں وہ پھر کبھی ہری بھری نہیں ہو سکتیں۔ پھر ان کے خزاں کا موسم مستقل طور پر ٹھہر جاتا ہے۔ علامہ محمد اقبال کا موقف یہ ہے کہ جس طرح درخت سے ٹوٹی ہوئی شاخ بہار کے موسم کی قوت نمو سے بھی پھول پتے حاصل نہیں کر سکتی اسی طرح وہ فرد جو قوم سے الگ ہو جائے وہ بھی ہمیشہ کے لیے پھلنے پھولنے کی صلاحیتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسی لیے وہ رنگ و نسل جغرافیائی اور لسانی تقسیم کے خلاف تھے کیوں کہ یہ تقسیم افراد کی ملت کی وحدت کو ختم کر دیتی ہے۔

رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک

ترا سفینہ کہ ہے بحرِ بے کراں کے لیے

علامہ اقبال رنگ و نسل کے امتیاز کو بت قرار دیتے ہیں اور یہ خواہش ظاہر کرتے ہیں کہ ان بتوں کو توڑ کر مسلمان امت واحدہ میں ڈھل جائیں گے۔

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا

نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

اقبال امت مسلمہ کو دوسری تمام اقوام کے مقابلے میں منفرد اور مختلف قوم قرار دیتے ہیں کہ اس کی بنیاد ملک، زبان، رنگ یا نسل کے فرق پر نہیں بلکہ مذہب پر ہے اور اگر مذہب کو چھوڑ دیا تو پھر کچھ باقی نہیں رہے گا۔

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں

جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں

شعر نمبر3:

ہے تیرے گُلستاں میں بھی فصلِ خزاں کا دور

خالی ہے جیبِ گل، زرِ کامل عیار سے

تشریح:

تمہارے باغ میں بھی خزاں کا دور دورہ ہے کہ یہاں گلاب کے پھول زرد دانوں سے محروم ہیں۔ نباتات کی افزائش میں زرد دانے بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ چونکہ خزاں کے موسم میں نباتات میں قوت نمونہ ہونے کے برابر ہوتی ہے تو پھول اول تو کھلتے ہی نہیں کھلیں تو زرد دانوں سے محروم

ہوتے ہیں۔ علامہ اقبال کا موقف یہ ہے کہ امت مسلمہ میں ایسے افراد موجود نہیں جو قوم کی کشتی کو بھنور سے نکال سکیں۔ گویا معاشرہ قحط الرجال کا شکار ہے۔

کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں

ایک بھی صاحب سرور نہیں

علامہ اقبال کی شاعری میں اس امر کا احساس بڑی شدت سے موجود ہے کہ وہ افراد جن میں قوموں کو سنبھالنے، ترقی دینے کی صلاحیت ہوتی ہے وہ اب امت مسلمہ میں موجود نہیں، چنانچہ وہ بار بار ماضی اور حال کے مسلمانوں کا موازنہ کرتے ہیں۔

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے

وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

اقبال مسلمانوں کے عمل اور کردار کا بھی موازنہ کرتے ہیں اور یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ آج کا مسلمان کردار کی اعلیٰ صفات سے محروم ہے۔

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی

کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیارا

عصر حاضر کے مسلمانوں میں جب وہ ذوق و عمل کی کمی دیکھتے ہیں تو مایوس نہیں ہوتے بلکہ وہ نوجوان نسل کو دعوت عمل دیتے ہیں کہ تمہیں چاہیے کہ تم اپنے لئے ایک نئی دنیا تشکیل دو۔ یہی تمہاری زندگی کی دلیل ہے۔

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

حاصل کن ہے زمیر کن فکاں ہے زندگی

یہ علامہ اقبال ہی کی جگر سوزی تھی کہ برصغیر کے مسلمانوں نے قائداعظم کی قیادت میں برصغیر کی نہ صرف تاریخ بدلی بلکہ جغرافیہ بھی بدل دیا۔

شعر نمبر4:

جو نغمہ زن تھے خلوتِ اوراق میں طیور

رُخصت ہوئے ترے شجرِ سایہ دار سے

تشریح:

وہ پرندے جو درختوں پر بیٹھے گیت گا رہے تھے۔ تمہارے باغ سے رخصت ہو گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ ہستیاں جن سے زندگی کی رونق تھی وہ اب موجود نہیں ہیں۔

باغ کی خوبصورتی محض درختوں پھول پھل اور پتوں سے نہیں ہوتی۔ چہچہاتے ہوئے پرندے ہی باغ میں زندگی کی علامت بنتے ہیں، اسی طرح کوئی بھی قوم ہو، چند افراد ایسے ہوتے ہیں جو قوم کی زندگی کے آثار بن کر ظاہر ہوتے ہیں، اگرچہ ایسے افراد صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جب معاشرہ زوال کی حالت میں ہو تو پھر قحط الرجال زیادہ شدت سے محسوس ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض مقامات پر اس کمی کو محسوس کر کے علامہ اقبال کا لہجہ قدرے تلخ ہو جاتا ہے۔

حیدری فقر ہے نے دولت عثمانی ہے

تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے

اقبال مسلمانوں کی بے عملی کو بڑی شدت سے محسوس کرتے ہیں۔

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے

من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

جب امت مسلمہ کو عروج حاصل تھا تو زندگی کے ہر شعبے میں نامور لوگ پیدا ہوئے، سائنس، فلسفہ، شعر و ادب زندگی کا کون سا شعبہ ہے جس میں مسلمانوں نے اپنے کمال کا لوہا نہ منوایا ہو، لیکن جب مسلمان زوال کا شکار ہوئے تو پھر علم و ہنر سائنس و فلسفہ ہر قابلیت سے محروم ہوتے چلے گئے، اسی صورت حال کو علامہ اقبال ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں کہ اب ہمیں ایسے افراد دکھائی نہیں دیتے جو امت مسلمہ کی کھوئی ہوئی عظمت واپس لے آئیں۔

شعر نمبر 5:

شاخِ بُریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تُو

نا آشنا ہے قاعدہ روزگار سے

تشریح:

چونکہ تم زمانے کے قواعد و قوانین سے پوری طرح آگاہ نہیں ہو اس لیے تمہیں چاہیے کہ تم درخت سے ٹوٹی ہوئی شاخ سے سبق سیکھو۔ انیسویں صدی میں مغربی فلسفی سپنگلر نے یہ کہا کہ فطرت یا نیچر کے اصولوں کو سماجی زندگی پر بھی منطبق کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ یہ افکار حقیقت سے بہت قریب تھے اس لیے انہیں بہت پذیرائی ملی۔ سر سید احمد خاں نے تو نیچر کے اصولوں کو اس طرح مانا کہ لوگ انہیں نیچری کہنے لگے۔ علامہ محمد اقبال بھی اس نظم میں نیچر کے ایک اصول کو فرد اور قوم کے باہمی تعلق پر لاگو کرتے ہیں اور قوم کے افراد جن کے درمیان تعلق یا تو ٹوٹ چکا ہے یا بہت کمزور ہو گیا ہے اسے جوڑنے کا مشورہ دیتے ہیں، علامہ اقبال دیکھتے ہیں کہ قوم کے افراد فرقہ واریت اور ذات پات کا شکار ہیں۔

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو

تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

فطرت کا اصول ہے کہ اگر کوئی شاخ درخت سے ٹوٹ جائے تو پھر وہ کسی صورت ہری بھری نہیں ہو سکتی۔ یہی بات فرد اور قوم کے تعلق کے حوالے سے بھی سچی ثابت ہوتی ہے کہ جب کوئی فرد اپنی قوم سے ناتا توڑ لیتا ہے تو گویا وہ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار لیتا ہے۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ فرد بلا امتیاز رنگ و نسل، مذہب ایک وحدت میں ڈھل جائے یہی اسلامی تعلیمات بھی ہیں۔ قدرت بھی یہی سکھاتی ہے اقبال کی آرزو بھی یہی ہے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

شعر نمبر6:

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

تشریح:

جس طرح خزاں کے موسم میں شاخیں درخت سے جڑی رہتی ہیں اور بہار کا انتظار کرتی ہیں اسی طرح تمہیں بھی چاہیئے کہ اپنی قوم کے ساتھ اچھے دنوں کی امید میں جڑے رہو۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ امت مسلمہ کی مثال ایک ایسی عمارت کی طرح ہے جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔ وحدت کا یہ تصور مسلمانوں کو ہر طرح کی تقسیم سے روکتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

"اے ایمان والو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو"

علامہ اقبال کا موقف یہ ہے کہ اس وقت امت مسلمہ زوال کا شکار ہے لیکن یہ زوال دائمی نہیں اس نے ختم ہو جانا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اس دوران مایوسی یا ناامیدی کا شکار نہ ہو جانا کیونکہ ناامیدی انسان کو بے عمل کر دیتی ہے۔ اقبال کا پیغام رجائیت کا پیغام ہے۔

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اقبال مختلف رہنماؤں کو بھی یہی پیغام دیتے ہیں کہ اپنے ساتھ چلنے والوں سے مایوس نہیں ہونا اگر یہ عمل سے جی چراتے بھی ہیں تو جذبہ و ذوق کی قوت سے محروم نہیں۔

نومید نہ ہو ان سے اے رہبر فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

خداوند تعالیٰ بھی انسان کو مایوس دیکھنا نہیں چاہتا اسی لیے ناامیدی کو کفر کہا گیا ہے، علامہ اقبال کا موقف یہ ہے کہ تمہیں موجودہ صورت حال سے مایوس نہیں ہونا چاہیے کہ امید کا دامن تھامے رکھو۔ بہت جلد اچھے دن آنے والے ہیں۔

دلیلِ صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا، گیا دورِ گراں خوابی

17 ۔ ہستی اپنی حباب کی سی ہے

میر تقی میرؔ

شعر نمبر1:

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

تشریح:

ہماری زندگی پانی کے بلبلے کی مانند ہے۔اس زندگی کا اظہار بصری دھوکا ہے زیر نظر شعر کی تشریح میں دو نکات ہمارے سامنے آتے ہیں۔

1-زندگی ناپائیدار اور عارضی ہے۔

2-زندگی کی حقیقت بصری دھوکے کی مانند ہے۔

جہاں تک زندگی کے ناپائیدار اور عارضی ہونے کا تعلق ہے تو ہمارا مشاہدہ ہے کہ جو لوگ ماضی میں تھے وہ اب موجود نہیں ہیں۔

ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے کئی لوگ دنیا سے رخصت ہو گئے۔مذہب اسلام بھی ہمیں یہی بتاتا ہے کہ

ترجمہ: ہر شے فانی ہے، "ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے"۔

زندگی کا فانی ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔جو بھی انسان اس دنیا میں آیا ہے آخر کار اس نے یہاں سے رخصت ہونا ہے۔ہر شخص نے اپنے مقررہ وقت پر موت سے ہم کنار ہو جانا ہے۔

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

میر تقی میر دنیا کو محض فانی قرار نہیں دیتے بلکہ وہ اس کی حقیقت پر بھی تبصرہ کرتے ہیں کہ اس کی مثال "سراب" کی سی ہے۔سراب اس بصری دھوکے کو کہا جاتا ہے۔جس کا مشاہدہ اور تجربہ صحرا اور ریگستان میں چلنے والوں کو عام طور پر ہوتا ہے۔سورج کی روشنی میں ریت یوں چمکتی ہے کہ دیکھنے والوں کو یہ گمان گزرتا ہے کہ ریت نہیں پانی چمک رہا ہے۔صوفیائے کرام اس دنیا کو غیر حقیقی مانتے ہیں اور زندگی کے اس رُخ کو ظاہر کرنے کے لئے بھی وہ اسے سراب قرار دیتے ہیں کبھی خواب کبھی وہم و گماں تو کبھی قصہ کہانی۔میر تقی میر کا ایک شعر ملاحظہ کرتے چلیے:

یہ توہم کا کارخانہ ہے
ہاں وہی ہے جو اعتبار کیا

زندگی کو فانی اور غیر حقیقی قرار دے کر شاعر ہمیں بالواسطہ طور پر اس زندگی کے غیر اہم ہونے کا احساس دلاتا ہے کہ اسے ہی سب کچھ نہیں سمجھ لینا چاہیے یہ تو ختم ہونے والی ہے۔اس کی حیثیت تو ایک بصری دھوکے سے زیادہ نہیں۔جیتے جی اس حقیقت کو جان لینا ضروری ہے کیونکہ انسان جس چیز کو جتنا پائیدار سمجھتا ہے اسے اتنی ہی اہمیت دیتا ہے۔زندگی کو ابدی سمجھ کر اس سے دل لگانا مناسب نہیں۔نہ ہی یہ کہ انسان اس کے دھوکے میں آکر اپنی تخلیق کے مقصد کو بھول جائے اور جب زندگی ختم ہونے لگے تو پھر اس پر حقیقت روشن ہو جب سوائے پچھتاوے کے کچھ حاصل نہ ہو۔

وائے نادانی کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہوا

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

شعر نمبر2:

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے

پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

تشریح:

محبوب کے ہونٹ پھول کی پتیوں کی طرح نازک ہیں۔ انسان جس سے محبت کرتا ہے اس میں اسے کوئی کمی کوئی خامی یا کوئی نقص نظر نہیں آتا۔ اس کی ہر بات اسے اچھی لگتی ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسری ہر چیز کم تر محسوس ہوتی ہے۔ میر تقی میر کا موقف ہے کہ محبوب کے ہونٹ بہت حسین ہیں۔ گلاب کا پھول اپنی رنگت اپنی خوشبو اور اس کی پتیاں اپنی نزاکت کے حوالے سے دیکھنے والوں کے دل لبھالیتا ہے لیکن ہمارا محبوب اس سے کہیں بہتر ہے۔

تو نے دیکھی ہے وہ پیشانی وہ رخسار وہ ہونٹ

زندگی جن کے تصور میں لٹا دی ہم نے

محبت کرنے والوں کے لئے تو ہر خوبصورتی محبوب کے دم سے موجود ہوتی ہے ان کے لیے حسن کا مرکزی استعارہ محبوب کی ذات ہوتی ہے۔

رنگ و خوشبو کے حسن و خوبی کے

تم سے تھے جتنے استعارے تھے

میر تقی میر کے موقف کے مطابق محبوب کے ہونٹ گلاب کے پھول کی پتیوں کی طرح نازک ہیں۔ تشبیہ کا استعمال کر کے میر تقی میر انسانی حسن کو فطرت کے حسن کے ساتھ ہم آہنگ کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے انفرادی مشاہدے اور احساس کو اجتماعی مشاہدے سے ملا دیتے ہیں۔ گلاب کا پھول سب لوگوں کے سامنے ہوتا ہے ہر شخص اپنے محبوب کو دیکھتا ہے لیکن دونوں میں تشبیہ کے ذریعے حسن کی کسی صفت کو بیان کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں اس کے لئے اعلیٰ تخیل کی ضرورت ہوتی ہے میر تقی میر کو یہ نعمت حاصل ہے اور وہ محبوب کے ہونٹوں اور گلاب کی پتیوں میں نزاکت کی مشترک صفت کو واضح کر دیتے ہیں۔

شعر نمبر3:

چشمِ دل کھول اُس بھی عالم پر

یاں کی اوقات خواب کی سی ہے

تشریح:

اپنے دل کی آنکھ سے دوسری دنیا کو دیکھو کیونکہ اس دنیا کی حقیقت تو خواب و خیال سے زیادہ نہیں۔

کسی بھی چیز کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے انسان اپنی بصارت سے چیزوں کو دیکھ تو سکتا ہے لیکن اسے سمجھنے کے لئے بصیرت چاہیے ہوتی ہے۔ میر تقی میر اسی بصیرت کی ضرورت اور اہمیت واضح کرتے ہیں۔

چشم بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

مذہب بار بار ہمارے سامنے یہ حقیقت رکھتا ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے ناپائیدار ہے ختم ہو جانے والی ہے۔ حیات جاوداں موت کے بعد کی زندگی ہے۔ یہ دنیا جس میں ہم جی رہے ہیں یہ تو خواب کی مانند ہے۔ قرآن مجید اسے کھیل تماشا قرار دیتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: "اس دنیا کی مثال کھیل تماشے کی مانند ہے"۔

انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ غور کرے کہ جس مقام پر وہ موجود ہے اس کی کیا حقیقت ہے۔ یہ نہ ہو کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے اور بعد میں پچھتانا پڑے۔

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

عقل کا تقاضا یہ ہے کہ انسان عارضی اور ناپائیدار چیز پر اس شے کو اہمیت دے جو پائیدار ہو جس نے ہمیشہ رہنا ہو۔ میر تقی میر جب اس زندگی کی ناپائیداری اور اس کے غیر حقیقی ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں تو وہ ہمیں زندگی کے مقصد کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ سوچو اس دنیا سے رخصت ہو کر جس دنیا میں تم نے جانا ہے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے۔

عدم کے کوچ کی لازم ہے فکر ہستی میں
نہ کوئی شہر نہ کوئی دیار راہ میں ہے

شعر نمبر 4:

بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں
حالت اب اضطراب کی سی ہے

تشریح:

بے چینی و بے تابی مجھے بار بار محبوب کے دروازے پر لے آتی ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ انسان کو جو چیز اچھی لگتی ہے جس سے انسان کو محبت ہوتی ہے انسان اسے اپنی نظروں کے سامنے دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اللہ کی ذات ہو تو انسان اسے دیکھنا چاہتا ہے۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

انسان کو اگر اپنے جیسے کسی انسان سے محبت ہو تو تب بھی انسان یہی چاہتا ہے کہ وہ محبوب کی محفل میں موجود رہے۔

ترے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا کبھی اس سے بات کرنا

اگر ایسا ممکن نہ ہو تو انسان بے چین ہو جاتا ہے۔ وہ محبوب کی بارگاہ میں باریابی کی کوشش کرتا۔ اگر وہاں پہنچنا ممکن نہ ہو، یا کسی وجہ سے محبوب اسے اپنی محفل میں نہ آنے دے۔

نکلنا خُلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن

بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

میر تقی میر کا موقف یہ ہے کہ ہم محبوب کی محفل میں موجود نہیں لیکن بے چینی اور بے قراری کا یہ عالم ہے کہ بار بار اس کے دروازے پر پہنچ جاتے ہیں۔ بار بار جانا اس امر کی دلیل ہے کہ محبت کرنے والے کی کوئی شنوائی نہیں ہو رہی بلکہ اسے ناکام واپس پلٹنا پڑتا ہے اسی لئے تو وہ بار بار محبوب کے دروازے پر جا پہنچتا ہے۔ عام طور پر انسان کو جہاں اہمیت نہ ملے جہاں اسے نظر انداز کر دیا جائے وہ وہاں جانے سے گریز کرتا ہے۔ اس کی عزت نفس اسے اجازت نہیں دیتی کہ وہ بار بار وہاں جائے لیکن محبت کے معاملات دنیا کے دوسرے معاملات سے الگ ہوتے ہیں یہاں محبوب جو برتاؤ چاہے کرے محبت کرنے والے ہمیشہ تسلیم و رضا کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

شعر نمبر 5:

میں جو بولا، کہا کہ یہ آواز

اسی خانہ خراب کی سی ہے

تشریح:

میری آواز سن کر محبوب کہنے لگا کہ یہ آواز تو اسی خانہ برباد کی ہے گویا محبوب کو نہ صرف ہماری آواز کی پہچان ہے بلکہ اسے ہمارے حالات سے بھی آگاہی ہے اسے معلوم ہے کہ اس کی محبت میں ہمارا گھر خراب ہوا ہے۔ محبت میں محبوب تک اپنے دل کی بات پہنچانا آسان نہیں ہوتا۔

دل کی بات لبوں پر لا کر اب تک ہم دکھ سہتے ہیں

ہم نے سنا تھا اس بستی میں دل والے بھی رہتے ہیں

اگر دکھ اٹھانے کے بعد بھی محبت کرنے والے کو محبوب مل جائے تو وہ اسے بہت بڑی کامیابی سمجھے لیکن ہوتا یہ ہے کہ محبوب محبت کرنے والوں کے ساتھ ہمدردانہ رویہ اختیار کرنے کے بجائے بے رُخی کا مظاہرہ کرتا ہے اور کبھی کبھی بات ظلم و ستم تک جا پہنچتی ہے۔

آئینہ سوچ میں ہے کون سا منظر دیکھے

تجھ کو دیکھے کہ ترے ہاتھ کا پتھر دیکھے

میر تقی میر کا موقف یہ ہے کہ جب محبوب کے کان میں میرے بولنے کی آواز پڑی تو اس نے نہ صرف شناسائی کا اظہار کیا بلکہ ہمارے حالات پر تبصرہ بھی کر دیا کہ یہ آواز اسی خانہ خراب کی لگتی ہے۔ یہ احساس بھی اپنی جگہ بڑا ہی اطمینان بخش ہے کہ محبت کرنے والے کو اس کا محبوب جانتا ہو۔ تشریح طلب شعر کا ایک طنزیہ پہلو بھی ممکن ہے "خانہ خراب" کہہ کر طنز کیا گیا ہو۔ ایک طرح سے برا کہا گیا ہو۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو پھر مراد یہ ہو گی کہ ہماری آواز بھی محبوب کے لیے پسندیدہ نہیں۔ آواز سن کر وہ ہمیں برا بھلا کہتا ہے۔ بات وہی ہے کہ محبوب محبت کرنے والوں سے بے رُخی اور بے مروتی برتتا ہے۔

18 ۔ رخ وزلف پر جان کھویا کیا

خواجہ حیدر علی آتش

شعر1۔

رخ و زلف پر جان کھویا کیا
اندھیرے اجالے میں رویا کیا

مفہوم : میں اپنے محبوب کے چہرے اور زلف کا اسیر ہو چکا ہوں اس لیے میرے مقدر میں رات دن کا رونا ہی ہے۔

تشریح:۔

آتش غزل گو شاعر تھے۔ ان کی غزلوں میں تغزل، رجائیت، نادر تشبیہات و استعارات، عمدہ صنائع بدائع اور آتش بیانی کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

اس شعر میں آتش نے محبوب سے اپنے بے پناہ عشق کا اظہار کیا ہے جب کہ اس سے دوری کے سبب شب وروز اس کی یاد میں رونے کا اقرار کیا ہے۔

''محبوب اس ذات کو کہتے ہیں جس کے قرب کی تمنا کبھی ختم نہ ہو''

بلاشبہ محبوب، عاشق کی زندگی کو بدل دیتا ہے۔ وہ کسی اور شے کو دیکھ کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔ اس کے دل و نگاہ میں صرف محبوب کا ہی جلوہ رہتا ہے۔

محبوب کبھی جلوہ بن کر روبرو ہوتا ہے تو کبھی یاد بن کر چارسُو ہوتا ہے۔ محبوب، عاشق سے جدا ہو کر بھی جدا نہیں ہوتا بلکہ وہ تو شب و روز عاشق کی آنکھ میں ہی رہتا ہے۔ اپنی باتوں سے عاشق کا دل لُبھاتا ہے، اپنی اداؤں سے عاشق کے دل پر خنجر چلاتا ہے اور اپنے ناز نخروں اور شوخیوں سے عاشق کو تڑپاتا ہے۔ آتش اگر اپنے محبوب کی یاد میں شب و روز روتے ہیں تو اس کا بھی سبب یہی ہے کہ وہ اپنے محبوب کے قرب کی تمنا رکھتے ہیں۔ وہ اپنے محبوب کی زلف پر فریفتہ ہیں، محبوب کے چہرے اور زلف کی ادائیں اسے کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتی ہیں۔ اس لیے وہ جاگتے ہیں، تڑپتے ہیں، ملنے کو ترستے ہیں اور بالآخر بے بسی ہیں روتے ہیں۔

بقول ناصر کاظمی

جوشِ جنوں میں درد کی طغیانیوں کے ساتھ
اشکوں میں ڈھل گئی تری صورت کبھی کبھی

شعر 2۔

ہمیشہ لکھے وصفِ دندانِ یار
قلم اپنا موتی پرویا کیا

مفہوم : جب بھی محبوب کی تعریف لکھنے لگتا ہوں میرا قلم الفاظ کے موتی پروتا ہے۔

تشریح:۔

آتش غزل گو شاعر تھے۔ ان کی غزلوں میں تغزل، رجائیت، نادر تشبیہات واستعارات، عمدہ صنائع بدائع اور آتش بیانی کی خصوصیات پائی جاتی ہیں

اس شعر میں آتش نے اپنے محبوب کے دندان کی تعریف کے لیے منفرد انداز اختیار کیا ہے۔ عام طور پر دندان کے لیے موتیوں اور قیمتی پتھروں کی تشبیہات استعمال کی جاتی ہیں لیکن آتش نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے اس کے محبوب کے دندان اتنی صفات کے حامل ہیں کہ دندان کی تعریف میں لکھے گئے الفاظ بھی موتیوں کی مانند پروئے جاتے ہیں۔ درحقیقت یہ شاعر کا اپنا حُسنِ خیال ہے کہ جس کی بدولت وہ محبوب کے دندان کی تعریف میں الفاظ کے موتی پروتا چلا جاتا ہے۔

''محبوب، محبت کے حُسنِ انتخاب اور حُسنِ خیال ہی کا نام ہے''

مطلب یہ کہ محبوب اور محبوب کے بارے میں عاشق کا حُسنِ خیال ضد نہیں ہیں۔ دونوں ایک ہیں۔ عاشق کے ''خیال'' میں ایک حُسن یا حُسن کا معیار پوشیدہ ہوتا ہے۔ وہ حُسن جب کبھی اس کے سامنے آتا ہے تو عاشق اسے اپنا محبوب منتخب کر لیتا ہے اور جس حُسن کو وہ اپنا محبوب منتخب کر لیتا ہے پھر اس کی وضاحت کے لیے خیالات جمع کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، وہ تو پہلے ہی سے جمع شدہ ہوتے ہیں۔ اس لیے ایک عاشق اپنے محبوب کے حُسن کی وضاحت کے لیے زمین وآسمان کے قلابے ملا دیتا ہے۔ روانی بیان کی ندیاں بہا دیتا ہے، خیالات کے انبار لگا دیتا ہے اور الفاظ کے موتی پرو دیتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ آتش کا قلم اس کے محبوب کے دندان کی تعریف میں الفاظ کی آمد کا سلسلہ ختم نہیں ہونے دیتا ہے اور وہ الفاظ کو موتیوں کی مانند پروتا چلا جاتا ہے۔

یہ شاعر ہیں الٰہی یا مصور پیشہ ہیں کوئی
نئے نقشے نرالی صورتیں ایجاد کرتے ہیں

شعر 3۔

کہوں کیا ہوئی عمر کیوں کر بسر
میں جاگا کیا ، بخت سویا کیا

مفہوم : میری تمام عمر کچھ یوں گزری کہ میں خود تو جاگتا رہا لیکن میری قسمت سوئی رہی۔

تشریح:۔

آتش غزل گو شاعر تھے۔ ان کو غزلوں میں تغزل، رجائیت، نادر تشبیہات و استعارات، عمدہ صنائع بدائع اور آتش بیانی کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

اس شعر میں آتش یہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی زندگی بھی کیا زندگی تھی کہ جس میں وہ ہمہ وقت کرب اور اضطراب میں جاگتے رہے اور خوش بختی کو ترستے رہے۔ قول ہے:

''زندگی جہاں پھلنے پھولنے کا نام ہے وہاں اپنی آگ میں جلنے کا بھی نام ہے۔''

مطلب یہ کہ زندگی میں اگر خوشیاں ہیں تو غم بھی ہیں، میلے ہیں تو تنہائیاں بھی ہیں۔ بات کریں آتش کے شکوے کی تو، ان کو شکوہ یہ ہے کہ انھیں پوری عمر تنہائیوں کا سامنا رہا ہے کیوں کہ انھیں پوری عمر محبوب کا قرب نصیب نہیں ہوا ہے۔ محبوب کی خوشنودی اور رضا کے لیے اس کی عمر بھر کی ریاضت لا حاصل ثابت ہوئی ہے۔ محبوب کی بے رخی اور بے اعتنائی نے اس کی خواہشات کو حسرتوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ یہ عشق بھی عجب شے ہے کہ محبوب کی جفا کشی بھی عاشق کو ترکِ وفا اور ترکِ عشق پر مجبور نہیں کر سکتی ہے۔ عاشق کا عشق روز بروز بڑھتا رہتا ہے لیکن وصالِ محبوب ممکن نہ ہونے کی وجہ سے وہ ہر لمحہ کرب میں گزارتا ہے، روتا ہے، تڑپتا ہے اور بعض اوقات ان مصائب و آلام اور تکالیف کو مقدر کا لکھا سمجھتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ آتش نے سوزِ عشق میں زندگی کا ہر لمحہ جاگتے ہوئے گزارا ہے اور وصالِ محبوب نہ ہونے کی وجہ سے خود کو ایک ایسے بد بخت کا لقب دیا ہے کہ جس نے پوری زندگی اپنی خواہشات کے برعکس گزار دی ہو۔ اسی موضوع کو آتش نے ایک جگہ یوں بھی بیان کیا ہے۔

نہ پوچھ ، عالم برگشتہ ، طالعی ، آتش
برستی آگ جو باراں کی آرزو کرتے

شعر 4:

رہی سبز بے فکرِ کِشتِ سخن
نہ جوتا کیا میں ، نہ بویا کیا

مفہوم : میری شاعری کی کھیتی ہمیشہ سرسبز و شاداب ہی رہی حالاں کہ میں نے اس میں ہل چلایا اور نہ ہی کبھی بیج بویا ہے۔

تشریح:۔

آتش غزل گو شاعر تھے۔ان کی غزلوں میں تغزل، رجائیت، نادر تشبیہات و استعارات، عمدہ صنائع بدائع اور آتش بیانی کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

اس شعر میں آتش اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی شاعری کی کھیتی میں کبھی محنت اور ریاضت نہیں کی ہے لیکن اس کے باوجود ان کی شاعری اہلِ ذوق کے درمیان سراہی جاتی ہے۔

"غمِ دنیا اور غمِ محبوب کا نام شاعری ہے۔"

ڈاکٹر عبادت بریلوی کے اس قول کے مطابق غمِ دوراں اور غمِ جاناں ہی شاعری ہے۔ آتش نے یتیمی میں بچپن گزارا، تعلیم و تربیت سے دوری رہی، زمانے کے مصائب سہے اور ٹھوکریں کھائیں۔ یہ تمام حالات و واقعات ان کے دل پر نقش ہوئے اور غمِ دنیا بن گئے۔

قول ہے کہ ہر زندہ انسان کے لیے کوئی نہ کوئی محبوب ضرور ہوتا ہے۔ اور محبوب وہ ذات ہے جس میں محبّ کو کوئی کمی یا خامی نظر نہیں آتی۔ اگر نظر آئے تو محسوس نہیں ہوتی، محسوس ہو تو ناگوار نہیں گزرتی۔ محبوب خود شعرِ نازک ہوتا ہے۔ جسے محبوب نہ ملا ہو اسے غزل بے معنی نظر آتی ہے اور اسے رعنائی خیال کا ملنا مشکل ہے۔ محبوب کا غم بھی بالکل انوکھا غم ہے۔ وصال میں فراق کا غم اور فراق میں وصال کا غم۔ غمِ محبوب میں عاشق کے حُسن و عشق کے تجربات، جذبات و احساسات اور قلبی واردات خود بخود ہی شاعری کا روپ دھار لیتے ہیں۔ اسی بات کی وضاحت کے لیے آتش نے یہ بیان کیا ہے کہ انھوں نے شعر کہنے کے لیے با قاعدہ کوئی محنت و ریاضت نہیں کی ہے بلکہ درپیش حالات و واقعات اور جذبات و کیفیات نے انھیں شاعر بنا دیا ہے۔ بقول میؔر

مجھ کو شاعر نہ کہو میؔر کہ صاحب ہم نے
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

شعر 5:

برہمن کو باتوں کی حسرت رہی
خدا نے بتوں کو نہ گویا کیا

مفہوم : ایک برہمن کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہتی ہے کہ وہ اپنے خداؤں یعنی قوت گویائی سے محروم بتوں سے کلام کرے۔

تشریح:-

آتش غزل گوشاعر تھے۔ان کی غزلوں میں تغزل،رجائیت،نادر تشبیہات واستعارات،عمدہ صنائع بدائع اور آتش بیانی کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

اس شعر میں آتش نے برہمن کو عاشق اور بتوں کو محبوب کے لیے استعارہ استعمال کیا ہے۔انھوں نے شکوہ کیا ہے کہ ایک برہمن کی طرح انھوں نے پوری عمر اپنے محبوب کی پوجا کی ہے لیکن اس کے برعکس محبوب نے ہمیشہ ان سے بتوں کی طرح بے حسی اور لاتعلقی روا رکھی ہے۔

ایک برہمن اپنے سامنے رکھے بت کو اپنا معبود،اپنا مشکل کشا،اپنا حاجت روا اور اپنا خدا مانتا ہے۔وہ اپنے صنم کی خوشنودی کے لیے اپنی ذات میں فنا ہو جاتا ہے لیکن اس کا صنم چونکہ قوتِ گویائی اور قوتِ سماعت سے محروم ہے اس لیے بے حس ہے،لاتعلق ہے اور برہمن کی حاجت روائی سے محروم ہے لیکن شاعر کا محبوب تو برہمن کے صنم سے بالکل برعکس ہے،اس کے باوجود اس کی بے رخی اور عدم توجہی کسی بُت سے کم نہیں ہے۔دراصل شاعر محبوب سے اپنے خوابوں کی تعبیر چاہتا ہے لیکن وہ لاتعلقی ظاہر کرتا ہے۔شاعر محبوب کی طلب وتمنا رکھتا ہے لیکن وہ بے رخی ظاہر کرتا ہے۔شاعر محبوب سے راز ونیاز کرنے کا خواہش مند ہے لیکن وہ بے حسی ظاہر کرتا ہے۔شاعر محبوب پر دل و جان سے فریفتہ ہے لیکن وہ سنگ دلی سے پیش آتا ہے۔یہی سبب ہے کہ شاعر نے محبوب سے گلہ وشکوہ کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ وہ ایک برہمن کی طرح شب وروز محبوب کے گن گانے میں مگن ہے جب کہ اس کے محبوب کی بے حسی،عدم توجہی اور لاتعلقی بالکل ایک بت کی مانند ہے۔بقول مومنؔ

کیوں سنے عرض مضطرب مومنؔ
صنم آخر خدا نہیں ہوتا

شعر 6 ۔

مزا غم کے کھانے کا جس کو پڑا
وہ اشکوں سے ہاتھ اپنا دھویا کیا

مفہوم : غمِ عشق کھانے کا مزا جس کو پڑ جاتا ہے پھر اس کی تمام عمر روتے ہی گزرتی ہے۔

تشریح:۔

آتش غزل گو شاعر تھے۔ ان کی غزلوں میں تغزل، رجائیت، نادر تشبیہات واستعارات، عمدہ صنائع بدائع اور آتش بیانی کی خصوصیات پائی جاتی ہیں اس شعر میں آتش کیفیتِ عشق کا لطف وسرور اور راہِ عشق کے مصائب وآلام بیان کرتے ہیں۔ راہِ عشق بھی ایک عجب راہ ہے جس میں لطف وسرور بھی ہے اور درد وغم بھی۔ جذبۂ عشق صادق ہو تو عاشق کی زندگی یکسر بدل جاتی ہے۔ وہ ہمہ وقت جلوۂ جاناں میں گم رہتا ہے۔ گویا اس کی زندگی کو ایک متقصد مل جاتا ہے، ایک منزل مل جاتی ہے اور محبوب کی طلب وتمنا میں درپیش مصیبتیں بھی باعثِ راحت ہو جاتی ہیں یعنی غمِ عشق میں وہ لطف وسرور محسوس کرتا ہے۔ بات کریں اگر ہمہ وقت آنسو بہاتے کی، تو یہ تو محبوب سے وصال کا سبب ہیں۔ قول ہے:

''آنسو قرب کا ثبوت ہیں۔ جب روح کا روح سے وصال ہوتا ہے تو آنسو آجاتے ہیں۔''

یعنی عاشق کا مسلسل آنسو بہانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مسلسل حالتِ قرب میں ہے۔ اسی لیے ہر وقت آنسو بہاتا ہے۔

راہِ عشق میں ہمہ وقت آنسوؤں کا ایک اور سبب بھی ہے۔ دراصل عشاق جدائی کے علاوہ کسی اور قیامت کے قائل نہیں ہوتے ہیں یعنی محبوب سے جدائی ان کے ہمہ وقت رونے کا سبب ہے۔ راہِ عشق میں جن مصائب اور صدمات کا ذکر بار بار کیا جاتا ہے وہ مصائب اور صدمات محبوب کی جدائی سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہیں۔ یقینی بات ہے کہ یہ جدائی روح سے روح کی ہی ہے اور اس جدائی کو ایک عاشق بخوبی محسوس کرتا ہے اور اس کے بعد وہ آنسو بہاتے بہاتے جاں سے بھی گزر جاتا ہے۔ بقول میرؔ

مینہ تو بوچھار کا دیکھا ہے برستے تم نے
اسی انداز سے تھی اشک فشانی اس کی

شعر 7۔

زنخداں سے آتش محبت رہی
کنویں میں مجھے دل ڈبویا کیا

مفہوم : اے آتش! تم تو اپنے محبوب کی ٹھوڑی کے خم کے اسیر ہو چکے ہو اور تمھارا دل اس کنویں میں ڈوب چکا ہے۔

تشریح :۔

آتش غزل گو شاعر تھے۔ان کی غزلوں میں تغزل، رجائیت، نادر تشبیہات و استعارات، عمدہ صنائع بدائع اور آتش بیانی کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

اس شعر میں آتش اپنے محبوب کی ٹھوڑی کے خم سے گہری وابستگی ظاہر کرتے ہیں۔ محبوب سے ان کی محبت کا سبب گویا ٹھوڑی کا خم ہی ہے کیوں کہ وہ اعتراف کرتے ہیں کہ ان کا دل اب ان کے پاس نہیں ہے بلکہ اسی زنخداں میں ڈوب چکا ہے۔ دراصل محبوب ہر حال میں حسین ہی ہوتا ہے۔ اس لیے عاشق کے لیے محبوب کی ہر ادا اور ہر انداز کسی قیامت سے کم نہیں ہوتا ہے۔ محبوب ہنسے تو بجلیاں گرتی ہیں۔ اس کی زلفوں سے گھٹائیں چھا جاتی ہیں۔ وہ چلے تو دل پر خنجر چلتے ہیں۔ وہ بولے تو پھول جھڑتے ہیں۔ وہ دیکھے تو تیر چلتے ہیں۔ یہ سب صرف نگاہ کا کمال ہے کیوں کہ حُسن، نگاہ کا ذوق ہوتا ہے۔ اس ذوق کی وجہ سے ہی آتش محبوب کی ٹھوڑی کو ایک کنویں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ چشمِ ظاہری یا چشمِ دل سے وہ جب بھی اس کا نظارہ کرتے ہیں تو ان کا دل بے قابو ہو جاتا ہے۔ دھڑکنوں پر اختیار نہیں رہتا ہے اور اسی زنخداں کے کنویں میں دل ڈوبنے کا گمان ہونے لگتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں شاعر کا اپنے محبوب سے بے پناہ عشق کا سبب اس کی ٹھوڑی کا خم ہی ہے۔

دل ہوا اس پہ یوں فدا انجم
جیسے کم بخت میرا تھا ہی نہیں

کثیرالانتخابی سوالات

1۔ خواجہ حیدر علی آتش کا سن پیدائش ہے۔

(الف) ۱۷۲۵ء (ب) ۱۸۱۰ء (ج) ۱۷۶۴ء (د) ۱۸۴۶ء

2۔ خواجہ حیدر علی آتش کا سن وفات ہے۔

(الف) ۱۷۲۵ء (ب) ۱۸۱۰ء (ج) ۱۷۶۴ء (د) ۱۸۴۶ء

3۔ خواجہ حیدر علی آتش کے والد کا نام تھا۔

(الف) سعادت علی (ب) تقی خان (ج) خواجہ علی بخش (د) میر علی تقی

4۔ آتش پیدا ہوئے۔

(الف) لکھنو میں (ب) دلی میں (ج) آگرہ میں (د) فیض آباد میں

5۔ شجاع الدولہ کے عہد میں آتش کے والد دلی چھوڑ کر آ گئے تھے۔

(الف) آگرہ (ب) فیض آباد (ج) لاہور (د) ملتان

6۔ آتش نے کس نواب کی ملازمت اختیار کی۔

(الف) نواب مرزا تقی خاں (ب) نواب سعادت علی خاں

(ج) نواب آصف الدولہ (د) نواب یوسف علی خاں

7۔ آتش نواب مرزا تقی خاں کے ساتھ آ گئے۔

(الف) لکھنو (ب) آگرہ (ج) دلی (د) لاہور

8۔ آتش نے شاعری میں شاگردی اختیار کی۔

(الف) غالب کی (ب) میر کی (ج) مصحفی کی (د) حالی کی

9۔ آتش کے کئی ادبی معرکے ہوئے۔

(الف) امام بخش ناسخ سے (ب) میر سے (ج) نظیر اکبرآبادی سے (د) انشا سے

10۔ آتش مزاج کے حامل تھے۔

(الف) درویشانہ (ب) صوفیانہ (ج) قلندرانہ (د) عاشقانہ

11۔ آتش شاعر تھے۔

(الف) نظم گو (ب) نعت گو (ج) غزل گو (د) مرثیہ گو

12۔ شاعری کو شاعرانہ صناعی، مرصع کاری اور الفاظ کی نگینہ کاری کہتے تھے۔

(الف) غالب　(ب) میر　(ج) آتش　(د) نظیر

13۔ شاعری میں عامیانہ وسوقیانہ پن دکھائی دیتا ہے۔

(الف) لکھنوی شعرا کے کلام میں　(ب) دہلوی شعرا کے کلام میں

(ج) لکھنوی اور دہلوی شعرا کے کلام میں　(د) کسی میں بھی نہیں

14۔ رخ وزلف پر ـــــ کھویا کیا

(الف) دل　(ب) جان　(ج) دل وجان　(د) جی

15۔ ہمیشہ لکھے وصف ـــــ یار

(الف) دندان　(ب) زلف　(ج) رخ　(د) رخ وزلف

16۔ کہوں کیا ہوئی عمر ـــــ بسر

(الف) کیسے　(ب) کیوں کر　(ج) کیوں　(د) کیسے

17۔ مزا ـــــ کے کھانے کا جس کو پڑا

(الف) دکھ　(ب) غم　(ج) رنج　(د) درد

18۔ ـــــ میں مجھے دل ڈبویا کیا

(الف) زنخداں　(ب) چہرے　(ج) کنویں　(د) زلف

19۔ حیدر علی آتش کی غزل کا ماخذ ہے۔

(الف) کلیاتِ آتش: جلد اول　(ب) کلیاتِ آتش: جلد دوم　(ج) کلیاتِ آتش: جلد سوم　(د) کلیاتِ آتش: جلد چہارم

20۔ رُخ وزلف پر جان کھویا کیا۔ رُخ وزلف گرامر کی رُو سے ہے:

(الف) مرکبِ عطفی　(ب) مرکبِ اشارہ　(ج) مرکبِ جاری　(د) مرکبِ عددی

کثیر الانتخابی سوالات کے جوابات

ج	10	ا	9	ج	8	ا	7	ا	6	ب	5	ا	4	ج	3	د	2	ج	1
ا	20	ا	19	ج	18	ب	17	ب	16	ا	15	ب	14	ا	13	ج	12	ج	11

سوالات کے مختصر جوابات

سوال 1: شاعر نے ہمیشہ کس کے وصف لکھے ہیں؟

جواب: شاعر نے ہمیشہ اپنے محبوب کے دندان کے وصف لکھے ہیں۔

سوا2: شاعر کی عمر کیسے بسر ہوئی ؟

جواب: شاعر کی عمر ایسے بسر ہوئی کہ وہ خود تو تمام عمر سوزِ عشق میں جاگتا رہا لیکن اس کی قسمت ہمیشہ سوئی رہی۔

سوال 3: شاعر نے اپنی کشتِ سخن کے بارے میں کیا کہا ہے؟

جواب: شاعر نے اپنی کشتِ سخن کے بارے میں یہ کہا ہے کہ اس نے اس میں ہل چلایا اور نہ ہی کبھی بیج بویا ہے لیکن پھر بھی یہ ہمیشہ سرسبز وشاداب ہی رہی ہے۔

سوال 4: برہمن کو کس بات کی حسرت رہی؟

جواب: برہمن کو اس بات کی حسرت رہی کہ وہ قوتِ گویائی سے محروم بتوں سے کلام کرے۔

سوال 5: شاعر کا قلم کیا کام کرتا ہے؟

جواب: شاعر کا قلم اس کے محبوب کے دندان کی تعریف میں الفاظ کے موتی پروتا ہے۔

سوال 6: آتش کے نزدیک شاعری کیا ہے؟

جواب: آتش کے نزدیک شاعری، شاعرانہ صنائع، مرصع کاری اور الفاظ کی نگینہ کاری ہے۔

سوال 7: آتش کی غزلوں میں کیا خصوصیات پائی جاتی ہیں؟

جواب: آتش کی غزلوں میں تغزل، رجائیت، سادگی وسلاست، نادر تشبیہات واستعارات، عمدہ صنائع بدائع، رندانہ موضوعات اور آتش بیانی کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

19 ۔ دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے؟

مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ

شعر 1۔

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

مفہوم : اے نادان دل! تُو عشق کی کیفیت میں کیوں مبتلا ہو گیا ہے کیوں کہ اس کیفیت سے پیدا ہونے والا درد تو ہمیشہ سے ہی لاعلاج رہا ہے۔

تشریح:۔

غالبؔ ہر دور کے اہم شاعر ہیں۔ ان کی اردو غزل مضامین کی رنگارنگی، تخیل کی بلندی، آفاقیت اور جدتِ ادا کی بدولت اعلیٰ پائے کی ہے۔ ان کی یہ غزل سہلِ ممتنع کی عمدہ مثال ہے۔ جس میں انھوں نے استفہام کے استعمال سے کلام میں اثر و تاثیر اور حُسن و دل کشی پیدا کی ہے۔

اس شعر میں مرزا غالبؔ اپنے دل کو نادان کہتے ہیں کیوں کہ اس نے عشق میں گرفتار ہونے کی نادانی کی ہے۔ اس نادانی کے بعد وہ دل سے ہی پوچھتے ہیں کہ اب وہ جس درد کی کیفیت میں مبتلا ہو چکا ہے اس میں راحت اور قرار پانے کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے۔

''عشق قربِ حسن کی خواہش کا نام ہے اور درد اس کیفیت کو کہتے ہیں جو عاشق فراقِ محبوب اور آرزوئے وصال میں محسوس کرتا ہے''

دراصل عشق ایک کشش مقناطیسی ہے۔ جس کے تحت عاشق کے دل میں محبوب کی طلب و تمنا اور اس کا شوق اس قدر پیدا ہوتا ہے کہ وہ شب و روز اسی کے خیال میں رہتا ہے۔ وصال سے کبھی سیر نہیں ہوتا جب کہ فراق میں بے قرار اور مضطرب رہتا ہے اور بار بار وصالِ محبوب کی خواہش کرتا ہے۔ محبوب سے بار بار وصل کی اسی خواہش اور تڑپ کا نام درد ہے۔ اس کیفیت میں عاشق کسی کروٹ چین نہیں پاتا ہے۔ گویا اس کا یہ درد لاعلاج ہوتا ہے۔ غالبؔ بھی عشق کے اسی مقام پر ہیں کیوں کہ جب انھیں کسی بھی حالت میں تسکین حاصل نہیں ہوتی ہے تو وہ اپنے ہی دل سے پوچھتے ہیں کہ اے دل! اب تُو ہی بتا کہ میں اس درد کا کیا علاج کروں کیوں کہ تُو نے ہی عشق میں گرفتار ہونے کی نادانی کے باعث مجھے یہ درد دیا ہے۔

درد ہو دل میں تو دوا کیجیے
دل ہی جب درد ہو تو کیا کیجیے

شعر 2۔

ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
یا الٰہی! یہ ماجرا کیا ہے

مفہوم : یا الٰہی! یہ معاملہ نا قابل سمجھ ہے کہ میں تو محبوب کو اس قدر شدت سے عشق کروں لیکن وہ مجھ سے بیزاری ظاہر کردے۔

تشریح:۔

غالبؔ ہر دور کے اہم شاعر ہیں۔ ان کی اردو غزل مضامین کی رنگا رنگی، تخیل کی بلندی، آفاقیت اور جدتِ ادا کی بدولت اعلیٰ پائے کی ہے۔ ان کی یہ غزل سہلِ ممتنع کی عمدہ مثال ہے۔ جس میں انھوں نے استفہام کے استعمال سے کلام میں اثر و تاثیر اور حُسن و دل کشی پیدا کی ہے۔

اس شعر میں محبوب شاعر سے بیزار ہے جب کہ شاعر محبوب کی بیزاری سے بیزار ہو کر خدا سے التجا کرتا ہے۔ عاشق و محبوب کے درمیان اس طرح کی کش مکش ایک فطری بات ہے کیوں کہ عاشق کی محبوب کے لیے طلب و تمنا کبھی ختم نہیں ہوتی جب کہ محبوب عاشق کے عشق اور صبر کے امتحان کے لیے اسے حالتِ فراق میں رکھتا ہے۔

''عشق ایک کشش مقناطیسی ہے جو کسی کو کسی کی جانب کھینچتی ہے۔''

عاشق، حُسن و خوبی کی ایک جھلک دیکھ کر محبوب کی جانب کھنچا چلا جاتا ہے۔ وہ اس کا قرب چاہتا ہے اور دل کے جذبات و کیفیات کا اظہار اس کے رُو بہ رُو چاہتا ہے۔ وہ ہر لمحہ وصل میں گزارنا چاہتا ہے اور وہ محبوب سے بھی اسی طرز کی توقع چاہتا ہے۔ لیکن محبوب عاشق کے برعکس ہے۔ وہ معشوق ہے اس سبب سے، اس میں چاہے جانے کا ایک احساس ہے۔ اس میں ادائیں ہیں۔ اس میں ناز اور نخرہ ہے۔ اس میں شوخی ہے اس لیے وہ عاشق کو ستاتا ہے، آزماتا ہے، تڑپاتا ہے اور بیزاری دکھاتا ہے تاکہ اور بھی زیادہ چاہا جائے۔ لیکن عاشق کے قرب کی خواہش کبھی ختم نہیں ہوتی اور وہ ہر لمحہ تقرب کی فریاد میں رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاعر نے بھی تقرب کے لیے سب جتن کر دیکھے اور جب کچھ نہ بن پڑا تو پھر خدا سے التجا اور فریاد کی کہ اس کا محبوب اس سے اس طرح کا رویہ کیوں روا رکھے ہوئے ہے

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے
ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

شعر 3۔

میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں

کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

مفہوم : اے محبوب ! میں تم سے کلام کرنے کا شدید خواہش مند ہوں اس لیے مجھے بھی کبھی ہم کلام ہونے کی اجازت دیں۔

تشریح:۔

غالبؔ ہر دور کے اہم شاعر ہیں ۔ان کی اردو غزل مضامین کی رنگارنگی، تخیل کی بلندی، آفاقیت اور جدت ادا کی بدولت اعلیٰ پائے کی ہے۔ان کی یہ غزل سہلِ ممتنع کی عمدہ مثال ہے جس میں انھوں نے استفہام کے استعمال سے کلام میں اثر و تاثیر اور حُسن و دل کشی پیدا کی ہے۔

اس شعر میں غالبؔ نے محبوب سے ہم کلام ہونے اور دل کے جذبات و کیفیات کا محبوب کے روبرو اظہار کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے اور ساتھ ہی محبوب کی عدم توجہی کا شکوہ بھی کیا ہے۔ درحقیقت عاشق محبوب کی طلب و تمنا رکھتا ہے۔ وہ ہر لمحہ وصل میں گزارنا چاہتا ہے اور دل کے جذبات و کیفیات کا محبوب کے رُوبرو اظہار کرنا چاہتا ہے۔ وہ محبوب کی توجہ چاہتے ہوئے اس سے بھی اسی طرز کی توقع رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ

''دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی''

لیکن محبوب کا انداز عاشق کی توقعات کے متضاد ہے ۔وہ معشوق ہے اور اس میں چاہے جانے کی ایک شانِ بڑائی ہے۔ وہ اپنی اداؤں سے عاشق کا دل لبھاتا ہے لیکن قرب اختیار نہیں کرتا۔ وہ عاشق کو وصل کے لیے اکساتا ہے لیکن فراق میں رہتا ہے۔ وہ عاشق کو اپنی شوخیوں سے تڑپاتا ہے لیکن اس پر نظرِ التفات نہیں رکھتا۔ وہ عاشق کو اپنی بارگاہ میں آنے کی اجازت دیتا ہے لیکن ہم کلام نہیں ہوتا۔ وہ سب کچھ بولتا ہے لیکن عاشق کو زبان بندی کے لیے کہتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ غالبؔ اپنے محبوب سے اپنی زبان بندی کا شکوہ کرتے ہیں۔ وہ بارگاہِ محبوب میں ہیں لیکن زبان بندی کا حکم ہے۔ جس کی وجہ سے وہ خود سے مخاطب ہیں کہ کاش محبوب اس کی طرف بھی نظرِ التفات کرے اور وہ بھی اس کے رُوبرو اپنے دل کے جذبات و کیفیات کا اظہار کریں۔ لیکن زبان بندی کے حکم کی وجہ سے رُوبرو ہو کر بھی بولنے سے قاصر ہیں۔

یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں

یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

شعر 4-

ہم کو ان سے ، وفا کی ہے امید
جو نہیں جانتے ، وفا کیا ہے

مفہوم : مجھے انتہا درجے کے بے وفاؤں سے وفا کی توقع ہو چلی ہے۔

تشریح:-

غالبؔ ہر دور کے اہم شاعر ہیں۔ان کی اردو غزل مضامین کی رنگارنگی، تخیل کی بلندی، آفاقیت اور جدتِ ادا کی بدولت اعلیٰ پائے کی ہے۔ان کی یہ غزل سہلِ ممتنع کی عمدہ مثال ہے، جس میں انھوں نے استفہام کے استعمال سے کلام میں اثر و تاثیر اور حُسن و دلکشی پیدا کی ہے۔

اس شعر میں غالبؔ اپنے محبوب کو بہت بڑا بے وفا کہتے ہیں لیکن پھر بھی اس سے وفا کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔قول ہے:

"محبوب اس ذات کو کہتے ہیں، جس کے قرب کی تمنا کبھی ختم نہیں ہوتی اور امید اس خوشی کا نام ہے
جس کے انتظار میں غم کے ایام کٹتے ہیں"

حقیقت میں عشق ایک کششِ مقناطیسی ہے جس کے تحت عاشق محبوب کی جانب کھنچتا ہے۔اس لیے وہ ہر حال میں محبوب کی تمنا اپنے دل میں لیے ہوتا ہے۔وہ محبوب کی جفائیں سہتا ہے۔وہ اس کے ستم پر صبر کرتا ہے۔وہ زمانے کی سختیوں سے نبرد آزما ہوتا ہے۔وہ تکلیفیں اور اذیتیں جھیلتا ہے۔وہ جہان کی تہمتیں اور ملامتیں اپنے سر لیتا ہے مگر محبوب کی طلب و تمنا اور قرب کی خواہش کبھی دل سے نہیں نکالتا ہے اور اپنے آپ میں پُر امید رہتا ہے۔امید بھی عاشق کے مزاج کی ایک کیفیت ہوتی ہے لیکن محبوب کا مزاج بالکل اس کے برعکس ہوتا ہے۔

شاعر کے محبوب کا مزاج بھی شاعر کے مزاج کے بالکل برعکس معلوم ہوتا ہے۔تبھی تو شاعر نے یہ شکوہ کیا ہے کہ اس کا محبوب خیر طلبی، بھلائی یا وفا کے عمل سے واقف ہی نہیں ہے۔محبوب کا عاشق کی توقعات کے برخلاف ہونا بے وفائی ہے۔شاعر کا محبوب بھی شاعر کی وابستہ توقعات کے بالکل برخلاف ہے اس لیے بے وفا ہے۔لیکن وہ جتنا بھی بے وفا کیوں نہ ہو، بہر حال شاعر کو اس سے وفا کی امید ہے۔بقول ناصر کاظمی

یہ رات تمھاری ہے چمکتے رہو تارو
وہ آئیں یا نہ آئیں امید نہ ہارو

شعر 5۔

ہاں بھلا کر تیرا بھلا ہوگا
اور درویش کی صدا کیا ہے

مفہوم : مجھ درویش کی صدا فقط اتنی ہے کہ اوروں سے بھلائی سے پیش آیا کرو تا کہ خدا تمھارے ساتھ بھلائی کرے۔

تشریح:۔

غالبؔ ہر دور کے اہم شاعر ہیں۔ان کی اردو غزل مضامین کی رنگارنگی، تخیل کی بلندی، آفاقیت اور جدت ادا کی بدولت اعلیٰ پائے کی ہے۔ان کی یہ غزل سہل ممتنع کی عمدہ مثال ہے جس میں انھوں نے استفہام کے استعمال سے کلام میں اثر و تاثیر اور حُسن و دل کشی پیدا کی ہے۔

اس شعر میں غالبؔ نے ذُو معنی بات کی ہے۔ایک مطلب میں وہ لوگوں کو دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے کی نصیحت کر رہے ہیں جب کہ دوسرے مطلب میں وہ محبوب کو بھلائی یعنی اپنے ساتھ وفا کرنے کو کہتے ہیں۔ جہاں تک دوسروں کے ساتھ بھلائی کی بات ہے تو یہ بہت بڑی نیکی ہے اور انسانیت کی معراج ہے۔حدیثِ نبویؐ ہے:

"لوگوں میں سب سے اچھا وہ ہے جو دوسروں کے ساتھ بھلائی کرتا ہے"

اس لیے اللہ والے یعنی درویش لوگ انسان کو انسانیت سکھانے اور اللہ کی طرف بلانے کے لیے ہمیشہ سے بھلائی کا درس دیتے آئے ہیں۔غالبؔ کا مطلب بھی یہی ہے کہ درویشوں کو کسی سے بھلا کیا بیر یا تقاضا ہو سکتا ہے،سوائے اس کے کہ وہ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے کو کہتے ہیں۔

شعر کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ غالبؔ اپنے محبوب سے اس کی بے وفائی کا شکوہ کرتے ہیں۔دراصل اردو شاعری میں عاشق و محبوب متضاد خصوصیات کے دو کردار ہیں۔عاشق کو اپنے شوق، طلب و تمنا، جذبۂ صادق اور وفاؤں کے بدلے میں محبوب کی طرف سے ہمیشہ بے رخی، بے اعتنائی، عدم توجہی اور بے وفائی ہی ملتی ہے۔غالبؔ کے ساتھ محبوب کا رویہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔اس لیے وہ شکوے کے انداز میں کہتے ہیں کہ سوائے وفا کے ان کا اور کوئی تقاضا نہیں ہے۔

تجھ سے پاسِ وفا ذرا نہ ہوا
ہم سے پھر بے ترا گلہ نہ ہوا

شعر 6۔

جان تم پر نثار کرتا ہوں
میں نہیں جانتا دعا کیا ہے

مفہوم : اے محبوب! میں تمھیں دعائیں دینے سے بڑھ کر عملی طور پر تمھارے لیے جان دینے کے لیے بھی تیار ہوں۔

تشریح:۔

غالب ہر دور کے اہم شاعر ہیں۔ ان کی اردو غزل مضامین کی رنگا رنگی، تخیل کی بلندی، آفاقیت اور جدتِ ادا کی بدولت اعلیٰ پائے کی ہے۔ ان کی یہ غزل سہلِ ممتنع کی عمدہ مثال ہے جس میں انھوں نے استفہام کے استعمال سے کلام میں اثر و تاثیر اور حُسن و دل کشی پیدا کی ہے۔

اس شعر میں غالب اپنے محبوب کو اپنے جذبۂ صادق کا یقین دلاتے ہیں کہ ان کا عشق محض محبوب کے بارے میں نیک خواہشات اور دعائیں دینے کا نام نہیں ہے بلکہ وہ اس کی خاطر عملی طور پر اپنی جان دینے کے لیے بھی ہمہ وقت تیار ہیں۔

"اپنی ذات میں فنا ہو کر جس کی ذات میں بقا ہونا منظور ہو، اسے محبوب کہا جاتا ہے۔"

ایک عاشق کا جذبۂ صادق یہی ہوتا ہے۔ وہ محبوب کی راہ میں کسی بھی قسم کی معذوری و مجبوری کو کفر تسلیم کرتا ہے۔ محبوب کی پسند اس کی پسند ہوتی ہے اور محبوب کی رضا اس کی رضا ہو جاتی ہے۔ وہ محبوب کی خوشنودی کے لیے پہاڑ کھودنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ وہ صحراؤں کی دُھول چھان سکتا ہے، وہ طغیانیوں سے لڑ سکتا ہے، وہ انگاروں پر سے گزر سکتا ہے حتیٰ کہ وہ سولی پر لٹک جاتا ہے لیکن جس ذات کو اس نے محبوب مانا ہوتا ہے اس سے جدائی گوارہ نہیں کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ تو اس کا جزوِ ذات بن کر اس کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے۔ عاشقِ صادق کے لیے دراصل یہی فنا ہی بقا ہوتی ہے۔ شاعر کا عشق بھی اس مقام پر ہے۔ وہ ہر حال میں محبوب کی خوشنودی چاہتا ہے۔ اور اس کی خوشنودی کے لیے وہ اپنی جان بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہے کیوں کہ وہ وہ سمجھتا ہے کہ ان کا جذبہ صادق ہے اور صادق جذبے والے جان کی پرواہ نہیں کیا کرتے ہیں۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی تو کوئی بات نہیں

شعر 7۔

میں نے مانا کچھ نہیں غالبؔ

مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

مفہوم : اے محبوب! اگرچہ تمھارے لیے غالبؔ کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے لیکن اس کی مفت کی خدمات کو سراہنے میں بھلا کیا برائی ہے۔

تشریح:۔

غالبؔ ہر دور کے اہم شاعر ہیں۔ ان کی اردو غزلیں مضامین کی رنگارنگی، تخیل کی بلندی، آفاقیت اور جدتِ ادا کی بدولت اعلیٰ پائے کی ہے۔ ان کی یہ غزل سہلِ ممتنع کی عمدہ مثال ہے جس میں انھوں نے استفہام کے استعمال سے کلام میں اثر و تاثیر اور حسن و دلکشی پیدا کی ہے۔

اس شعر میں غالبؔ اپنے محبوب کو یہ باور کراتے ہیں کہ اس کی نظر میں اگرچہ ان کی کوئی وقعت نہیں ہے لیکن اگر وہ مفت میں پوری عمر خدمت گزاری میں رہیں تو ان کی خدمات کو سراہنے میں محبوب کو کوئی برائی محسوس نہیں ہونی چاہیے۔ دراصل غالبؔ اپنے محبوب سے بے پناہ عشق کرتے ہیں۔ عشق کا پہلا مطالبہ محبوب کا قرب ہوتا ہے۔ اس قرب کے حصول کے لیے عاشق طرح طرح کی آزمائشوں سے گزرتا ہے۔ حتیٰ کہ اسے محبوب کا خدمت گزار بننا بھی منظور ہوتا ہے۔ اس لیے غالبؔ محبوب کو یہی کہتے ہیں کہ وہ مفت میں اس کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں اور ہمیشہ بے لوث اور بے صلہ خدمت میں رہنا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی مطالبہ ہے تو فقط اتنا کہ محبوب ان کی اس خدمت کو بے کار اور بے سود نہ سمجھے بلکہ ان کی اس پیش کش کا اعتراف کرے۔ لیکن محبوب کا رویہ مالِ مفت دلِ بے رحم کے مصداق ہے اور وہ غالبؔ کی خدمات کو خاطر میں نہیں لاتا ہے۔ اس کے برعکس غالبؔ اس بات پر قائم ہیں کہ محبوب ان کی مخلصی اور وفاداری کو پہچانے اور اپنے رویے میں نرمی پیدا کرے۔ بقول ناصر کاظمی

قہر سے دیکھ نہ ہر آن مجھے

آنکھ رکھتا ہے تو پہچان مجھے

کثیرالانتخابی سوالات

1۔ مرزا غالبؔ کا سن پیدائش ہے۔

(الف) ۱۷۲۵ء (ب) ۱۷۹۷ء (ج) ۱۷۶۴ء (د) ۱۸۴۶ء

2۔ مرزا غالبؔ کا سن وفات ہے۔

(الف) ۱۸۶۹ء (ب) ۱۸۱۰ء (ج) ۱۷۶۴ء (د) ۱۸۴۶ء

3۔ مرزا غالبؔ کے والد کا نام تھا۔

(الف) سعادت علی (ب) مرزا عبداللہ بیگ (ج) خواجہ علی بخش (د) میر علی متقی

4۔ غالبؔ پیدا ہوئے۔

(الف) لکھنؤ میں (ب) دلی میں (ج) آگرہ میں (د) فیض آباد میں

5۔ غالبؔ کے والد جب ایک لڑائی میں مارے گئے تو غالبؔ کی عمر تھی۔

(الف) تین سال (ب) چار سال (ج) پانچ سال (د) سات سال

6۔ والد کے انتقال کے بعد مرزا کی پرورش کی۔

(الف) خواجہ علی بخش نے (ب) سید امان اللہ (ج) نصراللہ بیگ نے (د) عبدالصمد نے

7۔ نصراللہ بیگ کا غالبؔ کے ساتھ رشتہ تھا۔

(الف) چچا تھے (ب) ماموں تھے (ج) تایا تھے (د) خالو تھے

8۔ نصراللہ بیگ ملازم تھے۔

(الف) انگریزی فوج میں (ب) ہندو فوج میں (ج) ہندوستان کی فوج میں (د) سکھ فوج میں

9۔ مرزا غالبؔ کس کے ہمراہ دلی آئے؟

(الف) والد (ب) والدہ (ج) چچا (د) استاد صاحب

10۔ مرزا غالبؔ نے بچپن میں تعلیم حاصل کی۔

(الف) عبدالصمد سے (ب) نصراللہ بیگ سے (ج) والد سے (د) شیخ معظم سے

11۔ مرزا غالبؔ نے فارسی میں مہارت حاصل کی۔

(الف) عبدالصمد سے (ب) نصراللہ بیگ سے (ج) والد سے (د) شیخ معظم سے

12۔ مرزا غالبؔ کی شادی نواب الٰہی بخش معروف کی بیٹی سے کس عمر میں ہوئی؟

(الف) بارہ سال (ب) تیرہ سال (ج) پندرہ سال (د) سولہ سال

13۔ غالبؔ کو پنشن ملتی تھی جس کے اضافے کے لیے انھوں نے سفر کیا۔

(الف) کلکتہ کا (ب) دہلی کا (ج) آگرہ کا (د) لکھنؤ کا

14۔ غالبؔ نے بادشاہ کی ملازمت اختیار کی۔

(الف) ۱۸۳۰ء میں (ب) ۱۸۴۰ء میں (ج) ۱۸۴۵ء میں (د) ۱۸۵۰ء میں

15۔ نواب یوسف علی خاں والیٔ رام پور نے غالبؔ کا ماہوار وظیفہ مقرر کیا۔

(الف) پچاس روپے (ب) سو روپے (ج) ڈیڑھ سو روپے (د) دو سو روپے

16۔ غالبؔ دفن ہیں۔

(الف) دلی میں (ب) آگرہ میں (ج) لکھنو میں (د) کلکتہ میں

17۔ غالبؔ کی ہمہ گیر شخصیت کی طرح ان کی شاعری میں بھی برا تنوع اور ______ پائی جاتی ہے۔

(الف) بوقلمونی (ب) رنگا رنگی (ج) عظمت (د) وسعت

18۔ غالبؔ کی تصنیف نہیں ہے۔

(الف) گلِ رعنا (ب) دستنبو (ج) قادر نامہ (د) نکات الشعرا

19۔ غالبؔ کی تصنیف نہیں ہے۔

(الف) مہرِ نیمروز (ب) قاطع برہان (ج) لطائفِ غیبی (د) ذکرِ میرؔ

20۔ غالبؔ کی تصنیف ہے۔

(الف) محامدِ خاتم النبیین ﷺ (ب) مرآۃ الغیب (ج) عودِ ہندی (د) نکات الشعرا

21۔ آخر اس ___ کی دوا کیا ہے

(الف) درد (ب) غم (ج) عشق (د) محبت

22۔ ہم ہیں مشتاق اور وہ _____

(الف) آزاد (ب) بیزار (ج) طلب گار (د) شاہ کار

23۔ کاش پوچھو کہ _____ کیا ہے

(الف) مدعا (ب) غرض (ج) مطلب (د) مقصد

24۔ ہم کو ان سے _____ کی ہے اُمید

(الف) محبت (ب) وفا (ج) عشق (د) دعا

25۔ ہاں بھلا کر تیرا _____ ہوگا

(الف) بھلا (ب) اچھا (ج) بہتر (د) وفا

26۔ جان _____ پر نثار کرتا ہوں

(الف) اس (ب) محبوب (ج) تم (د) تجھ

جوابات

1	ب	2	ا	3	ب	4	ج	5	ج	6	ج	7	ا	8	ا	9	ب	10	د
11	ا	12	ب	13	ا	14	د	15	ب	16	ا	17	ا	18	د	19	د	20	ج
21	ا	22	ب	23	ا	24	ب	25	ا	26	ج								

سوالات کے مختصر جوابات

سوال 1: شاعر کو کن سے وفا کی امید ہے؟

جواب: شاعر کو ان سے وفا کی امید ہے جو 'وفا' کا معنی و مفہوم بھی نہیں جانتے ہیں یعنی شاعر اپنے حد درجہ بے وفا محبوب سے وفا کی توقع کرتا ہے۔

سوال 2: شاعر نے کسے ناداں کہا ہے؟

جواب: شاعر اپنے دل کو ناداں کہا ہے۔

سوال 3: کون مشتاق ہے اور کون بیزار؟

جواب: عاشق یعنی شاعر مشتاق ہے اور اس کا محبوب اس سے بیزار ہے۔

سوال 4: درویش کے لب پر کیا صدا ہے؟

جواب: درویش کے لب پر یہ صدا ہے کہ دوسروں سے بھلائی کیا کرو تا کہ خدا تمھارے ساتھ بھلائی کرے۔

سوال 5: غالبؔ نے مقطع میں محبوب کو اپنی کیا قیمت بتائی ہے؟

جواب: غالبؔ نے **مقطع** میں محبوب کو اپنی کوئی قیمت نہیں بتائی ہے یعنی انھوں نے خود کو محبوب کی خدمت میں بالکل مفت پیش کیا ہے۔

سوال 6: مرزا غالبؔ کی تصانیف کے نام لکھیں؟

جواب: مرزا غالبؔ کی تصانیف یہ ہیں:

دیوانِ غالبؔ (اردو)، دیوانِ فارسی، گلِ رعنا، مہرِ نیمروز، دستنبو، قاطع برہان، لطائفِ غیبی، قادر نامہ، عودِ ہندی اور اردوئے معلی

سوال 7: کنایہ سے کیا مراد ہے؟ مثالوں سے واضح کریں۔

جواب: کنایہ کے لغوی معنی "چھپی ہوئی بات کرنے" کے ہیں۔ اصطلاح میں کنایہ ایسے لفظ یا الفاظ کے مجموعے کو کہا جاتا ہے جو مجازی یا غیر حقیقی معنوں کے لیے استعمال کیے جائیں۔ کنایہ کے مجازی معنی لغوی معنی سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتے ہیں۔ مگر یہ تعلق تشبیہ کا نہیں ہوتا۔

مثالیں:

ا۔ اس کو کالے نے کاٹا۔ کالا یہاں سانپ کا کنایہ ہے۔

۲۔ اپنے سفید بالوں کا کچھ خیال کرو۔سفید بال یہاں بڑھاپے کے لیے کنایہ ہیں۔

۳۔ وہ بڑا تنگ دل ہے۔تنگ دل یہاں گھٹیا اور کنجوس آدمی کے لیے کنایہ ہے۔

سوال 8: سہلِ ممتنع سے کیا مراد ہے؟

جواب: چھوٹی بحر میں بڑی بات کہہ جانا یا ایسی بات کہنا جس کے معنی بظاہر سادہ ہوں لیکن غور کرنے پر زیادہ وسعت نظر آئے، سہل ممتنع ہے۔جیسے:

شہر میں شور ، گھر میں تنہائی
دل کی باتیں کہاں کرے کوئی

20 ۔ لگتا نہیں ہے دل میرا اجڑے دیار میں

بہادر شاہ ظفر

شعر 1۔

لگتا نہیں ہے دل مرا اجڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالمِ ناپائیدار میں

مفہوم : اس ویران دنیا میں اب میرا دل مزید نہیں لگتا کیوں کہ اس فانی دنیا میں کسی کی مُراد پوری نہیں ہوتی ہے۔

تشریح:۔

بہادر شاہ ظفر کی پہچان ان کی غزل ہے، جس میں سوز و گداز اور غم کے مضامین پڑھنے والوں کو متاثر کرتے ہیں۔

اس شعر میں وہ بیان کرتے ہیں کہ اس اجڑی اور تباہ حال دنیا میں وہ مکمل طور پر بیزار ہیں کیوں کہ ان کی دل چسپی اور دل کشی کا یہاں کوئی سامان نہیں ہے۔قول ہے:

''دل افسردہ ہو تو آباد شہر قبرستان لگتے ہیں اور دل خوش ہو تو قبرستانوں میں جشن منائے جا سکتے ہیں۔''

بے شک زندگی خیال کا نام ہے۔دل کی دنیا اگر آباد اور شاد ہے تو باہر کی دنیا بھی آباد اور شاد ہی نظر آتی ہے۔اس کے برعکس دل کی دنیا اگر اجڑ چکی ہو تو باہر کا سنسار اور دیار بھی اجڑا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ بہادر شاہ ظفر کی دل کی دنیا بھی اجڑ چکی ہے کیوں کہ سلطنت کا شیرازہ بکھر جانا، تخت و تاج چھن جانا، اپنے جگر گوشوں کے سر آنکھوں کے سامنے جدا ہوتے دیکھنا اور حرم کی بیبیوں کی عزتیں پامال ہوتے ہوئے دیکھنا معمولی حادثات نہیں ہیں۔اور صرف یہی نہیں انھوں نے وطن سے دوری کا غم اور قید و بند کی صعوبتیں اور تکلیفیں بھی برداشت کی ہیں۔ان سب حالات و واقعات نے ان کے دل کی دنیا بالکل ویران کر دی ہے۔اس لیے انھیں باہر بھی ہر طرف ویرانی ہی ویرانی نظر آتی ہے۔اس سب کے باوجود وہ خود کو ذرا سی تسلی بھی دیتے ہیں کہ اگر ان کے ساتھ اس دنیا نے اس قدر ظالمانہ سلوک کیا ہے تو کوئی بات نہیں کیوں کہ تاریخ گواہ ہے کہ آج تک کوئی بھی اس دنیا سے سلامت نہیں گیا ہے بلکہ یہاں ہر کوئی اپنے ارمانوں کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھاتے گیا ہے۔بقول میرؔ

آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

شعر 2۔

عمرِ دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

مفہوم : انسان کی چار دن کی زندگی میں سے دو دن آرزوئیں کرنے جب کہ بقیہ دو دن ان آرزوؤں کی تکمیل کے انتظار میں گزر جاتے ہیں۔

تشریح:۔

بہادر شاہ ظفر کی پہچان ان کی غزل ہے، جس میں سوز و گداز اور غم کے مضامین پڑھنے والوں کو متاثر کرتے ہیں۔

اس شعر میں بہادر شاہ ظفر انسان کی بے بسی واضح کرتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس دنیا میں انسان کس قدر بے بس ہے کیوں کہ ایک تو اس کو زندگی بے حد مختصر سی ملتی ہے اور دوسرا یہ کہ اس مختصر زندگی میں بھی اس کی آرزوؤں کی تکمیل نہیں ہو پاتی ہے اور وہ یہاں سے رخصت ہو جاتا ہے۔ آرزوئیں انسان کو بے بس کر دیتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان جب تک زندہ ہے، بے آرزو نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ اس دنیا میں آرزوؤں کے حصار میں بری طرح جکڑتا چلا جاتا ہے۔ دراصل ایک آرزو کا تعاقب انسان کو دوسری آرزو سے متعارف کراتا ہے اور اس طرح سلسلہ در سلسلہ آرزوؤں کی ایک زنجیر بنتی چلی جاتی ہے۔ قول ہے:

"اگر آرزو حاصل سے بڑھ جائے تو انسان دکھی ہو جائے گا۔"

انسان کے خمیر میں تجسس ایک فطری بات ہے۔ یہ تجسس ہی انسان میں نئی سے نئی آرزو پیدا کرتا ہے اور وہ عمر کا ایک بڑا حصہ سنہرے خواب بننے میں گزار دیتا ہے۔ جب کہ اس کی عمر کا آخری حصہ ان آرزوؤں کی تکمیل کے انتظار میں کٹتا ہے۔ آرزوؤں کی تکمیل کی خواہش بھی دراصل ایک آرزو ہی ہے۔ اس طرح سے آخر کار ایک انسان ان آرزوؤں کو حسرتوں کا روپ دیتے اور اپنے دامن میں سمیٹتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ انسان کی یہی بے بسی ہے کہ وہ خواہ جتنی بھی زندگی کیوں نہ پالے، اس کی زندگی آرزوؤں کے حصار میں اور ان کی تکمیل کے انتظار میں ہی تمام ہو جاتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ اسے طویل زندگی بھی مختصر اور بے بس معلوم ہوتی ہے۔

لائی حیات، آئے، قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

شعر 3۔

بلبل کو باغباں سے نہ صیاد سے گلہ
قسمت میں قید لکھی تھی فصلِ بہار میں

مفہوم : بلبل کو باغباں اور صیاد سے کوئی گلہ نہیں ہے کیوں کہ بہار کے موسم میں یوں قید ہونا تو اس کے مقدر میں لکھا تھا۔

تشریح:۔

بہادر شاہ ظفرؔ کی پہچان ان کی غزل ہے جس میں سوز و گداز اور غم کے مضامین پڑھنے والوں کو متاثر کرتے ہیں۔

یہ شعر ایک علامتی شعر ہے جس میں بلبل سے مراد شاعر خود ہے اور باغبان اور صیاد 'شاہی محافظوں' اور 'انگریز' کے لیے علامتیں ہیں۔ بہادر شاہ ظفرؔ کہتے ہیں کہ انھیں اپنے محافظوں سے کوئی گلہ ہے اور نہ ہی انگریز سے کوئی شکوہ شکایت ہے کیوں کہ بادشاہت ملنے کے بعد یوں قید ہونا تو ان کے مقدر میں لکھا تھا۔

بقول غالبؔ

جب توقع ہی اٹھ گئی غالبؔ
کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

مطلب یہ کہ اگر کسی سے وابستہ توقعات کو ختم کر لیا جائے تو گلے اور شکوے بھی خود بخود ہی ختم ہو جائیں گے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بہادر شاہ ظفرؔ کو اپنے محافظوں سے دفاع کی کوئی توقع تھی اور نہ ہی انگریز سے رحم کی کوئی امید تھی یعنی وہ حالات کے نتائج سے مکمل طور پر واقف تھے۔ اس لیے اپنی قید پر انھیں دوستوں اور دشمنوں سے کوئی گلہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ حالتِ قید میں ان کی بے بسی اور بے چارگی کی وجہ سے بھی وہ کسی سے گلہ وشکوہ نہیں کرتے ہیں۔

کسی سے گلہ وشکوہ نہ کرنے کی ایک وجہ اپنے مقدر پر راضی ہونا بھی ہوتا ہے۔ جب ایک انسان اپنی تمام کوششوں کے باوجود اپنے حالات کو تبدیل نہ کر پائے تو وہ ان حالات کو اپنا مقدر مان لیتا ہے اور مقدر اٹل ہوتا ہے۔ اس لیے بھی شاعر اپنی قید پر کسی سے کوئی گلہ وشکوہ نہیں کرتا ہے کیوں کہ بادشاہت ملتے ہی یوں قید میں جا بیٹھنے کو اس نے اپنا مقدر مان لیا ہے اور یہ جان لیا ہے کہ جو مقدر میں لکھا ہوتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ اس لیے دوستوں یا دشمنوں سے اب شکوہ شکایت بالکل لا حاصل ہے۔

جو لکھی قسمت میں ذلت تو سو ہو
خطِ پیشانی کوئی کیوں کر مٹائے

شعر 4۔

ان حسرتوں سے کہہ دو کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ کہاں ہے دلِ داغ دار میں

مفہوم : میرا دل حالات کے درد وغم سے تار تار ہو چکا ہے۔اس لیے اس میں اب مزید کسی حسرت کو باقی رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تشریح:۔

بہادر شاہ ظفر کی پہچان ان کی غزل ہے جس میں سوز و گداز اور غم کے مضامین پڑھنے والوں کو متاثر کرتے ہیں۔

اس شعر میں بہادر شاہ ظفر کی بے بسی، مایوسی اور نا امیدی کی انتہا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ درپیش حالات و واقعات نے ان کے دل کو چھلنی کر دیا ہے۔اس لیے ان کے دل میں اب مزید کسی آرزو یا حسرت کی کوئی جگہ نہیں ہے۔قول ہے:

''جو تمنا حاصل نہ ہو وہ ایک حسرتِ نا تمام بن کر دم توڑتی ہے۔''

دراصل بہادر شاہ ظفر کی آرزوئیں ان کی زندگی میں کم ہی پوری ہوئی تھیں۔انھیں بڑھاپے میں اس وقت بادشاہت ملی جب سلطنت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔آسان فتح سمجھتے ہوئے ظالم انگریز نے رہی سہی سلطنت پر بھی قبضہ کر لیا۔ان کے خیر خواہوں اور شہزادوں کو تہ تیغ کر دیا گیا اور انھیں قید کر دیا گیا۔جس کے بعد اب ان کی بھلائی اور خیر چاہنے والا کوئی بھی نہیں ہے۔اسی وجہ سے وہ حالتِ قید میں ہیں جہاں کی تکلیفیں اور اذیتیں انتہائی دردناک ہیں۔ان حالات میں ان کو دوبارہ اپنی سلطنت اور تخت و تاراج واپس ملنا تو درکنار ان کا قید سے آزاد ہونا بھی ناممکن ہے۔اس لیے ان کی تمام تمنائیں نا تمام حسرتیں بن کر دم توڑ چکی ہیں اور وہ دل برداشتہ ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے ان کی جینے کی چاہت اور تمنا بالکل ختم ہو چکی ہے اوا گر کبھی دل میں ذرا سی بھی تمنا پیدا ہوتی ہے تو وہ فوراً اسے بھی دل سے نکال دیتے ہیں کیوں کہ ان کی تو بس اب صرف موت کی ہی تمنا ہے۔بقول دردؔ

ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک! جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں

شعر 5۔

دن زندگی کے ختم ہوئے شام ہو گئی
پھیلا کے پاؤں سوئیں گے کُنجِ مزار میں

مفہوم : میری زندگی کے دردناک دن اب ختم ہونے والے ہیں اس لیے توقع ہے کہ قبر میں راحت کی نیند سوسکوں گا۔

تشریح:۔

بہادر شاہ ظفر کی پہچان ان کی غزل ہے، جس میں سوز و گداز اور غم کے مضامین پڑھنے والوں کو متاثر کرتے ہیں۔

اس شعر میں بہادر شاہ ظفر زندگی سے مایوس و ناامید ہوتے ہوئے مرنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شکر ہے کہ ان کی زندگی کی شام ہونے کو ہے یعنی وہ عنقریب موت کی آغوش میں جانے والے ہیں۔ قول ہے:

''جس کو زندگی سے محبت نہ ہو، اسے موت کا خوف کیا ہو سکتا ہے۔''

دراصل بہادر شاہ ظفر کی زندگی کا آخری حصہ انتہائی درد اور کرب میں گزرا ہے۔ سلطنت ٹوٹنے کا غم، تخت و تاراج کے چھن جانے کا غم، خیر خواہوں اور اولاد کی موت کے غم نے بلاشبہ ان کی زندگی کو انتہائی کرب ناک اور دردناک بنا دیا تھا۔ ان کی تکلیفیں پھر بھی ختم نہ ہوئیں اور انھیں قید میں ڈال دیا گیا۔ حالت قید میں جن اذیتوں اور تکلیفوں کا سامنا انھوں نے کیا وہ انتہائی دردناک تھیں۔ جس کے بعد ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ درد اور اذیت سے تعبیر ہو گیا۔ اسی وجہ سے مزید جینے کی ان کی چاہت ختم ہو گئی اور وہ موت کا انتظار کرنے لگے۔

درحقیقت وہ اس بات پر پُر امید ہیں کہ موت جتنی بھی سنگین کیوں نہ ہو، ان کی زندگی کی تکلیفوں اور درد سے زیادہ سنگین نہیں ہو سکتی ہے۔ موت سے اس قدر ان کی چاہت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اس بات پر بھی پُر امید ہیں کہ اپنے حصے کی تمام تر تکلیفیں اور درد وہ دنیا میں ہی جھیل چکے ہیں۔ اس لیے جیسے ہی موت آئے گی ان کے راحت و سکون کے دن شروع ہو جائیں گے اور انھیں زندگی کی اذیت اور کرب سے چھٹکارا مل جائے گا۔ گویا موت ان کے لیے راحت اور آرام کا پیغام بن گئی ہے۔

دل کو سکون روح کو آرام آ گیا
موت آ گئی کہ دوست کا پیغام آ گیا

شعر 6۔

کتنا ہے بدنصیب ظفؔر دفن کے لیے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

مفہوم : اے ظفؔر! تو کس قدر بدنصیب ہے کیوں کہ تمھیں تو قبر کے لیے بھی اپنے وطن میں جگہ نہیں مل سکتی ہے۔

تشریح:۔

بہادر شاہ ظفؔر کی پہچان ان کی غزل ہے۔ جس میں سوز و گداز اور غم کے مضامین پڑھنے والوں کو متاثر کرتے ہیں۔

اس شعر میں بہادر شاہ ظفؔر وطن میں دفن نہ ہونے کی اپنی بے بسی اور بدنصیبی کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر ان کے لیے بھلا اور بدنصیبی کیا ہوگی کہ بعد از موت قبر کے لیے بھی انھیں وطن میں جگہ نہیں مل سکتی ہے۔ دراصل جذبۂ حُب الوطنی ایک فطری جذبہ ہے اور ہر انسان میں موجود ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انسان جہاں رہتا بستا ہے اس زمین اور گرد و پیش کی فضاؤں سے قدرتی طور پر سے محبت ہو جاتی ہے اور یہ محبت وقت کے ساتھ ساتھ دائمی اور ابدی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ جس کے سبب وہ اپنی دھرتی کو اپنی پہچان تصور کرتا ہے اور کبھی اس سے دور ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔ اس لیے امیر ہو یا غریب غلام ہو یا بادشاہ ہر کسی کے دل میں وطن سے محبت ضرور ہوتی ہے۔ وہ جہاں بھی ہو وطن کی مٹی اسے اپنی جانب کھینچتی ہے۔

بہادر شاہ ظفؔر کا المیہ یہ ہے کہ وہ وطن سے دور ہیں اور حالتِ قید میں ہیں۔ لیکن وطن کی مٹی کی کشش دل میں موجود ہے جو انھیں مسلسل تڑپاتی ہے اور رُلاتی ہے۔ اگرچہ قید کی سختیاں اور تکلیفیں بھی ہیں لیکن وطن سے دوری کو ہی وہ اپنی بدنصیبی خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ کتنے بڑے بدنصیب ہیں کہ انھیں قبر کے لیے وطن کی مٹی نصیب نہیں ہو سکتی ہے۔ بقول فرازؔ

کبھی وطن بدری کے عذاب جاں لیوا
کبھی اسیری و درماندگی کی ساعتِ بد

کثیر الانتخابی سوالات

1۔ بہادر شاہ ظفرؔ کا سن پیدائش ہے۔

(الف) ۱۷۷۵ء (ب) ۱۸۱۰ء (ج) ۱۷۶۴ء (د) ۱۸۴۲ء

2۔ بہادر شاہ ظفرؔ کا سن وفات ہے۔

(الف) ۱۷۲۵ء (ب) ۱۸۱۰ء (ج) ۱۷۶۴ء (د) ۱۸۶۹ء

3۔ شاہی خاندان کا فرد ہونے کے ساتھ ساتھ بہادر شاہ ظفرؔ نے طبیعت پائی تھی۔

(الف) شاعرانہ (ب) عاشقانہ (ج) صوفیانہ (د) قلندرانہ

4۔ شاعری میں بہادر شاہ ظفرؔ نے اصلاح لی۔

(الف) شاہ نصیرؔ سے (ب) ذوقؔ سے (ج) غالبؔ سے (د) تینوں سے

5۔ انگریزوں نے بہادر شاہ ظفرؔ کو جلاوطن کر کے نظر بند کر دیا۔

(الف) رنگون میں (ب) انگلستان میں (ج) دلی (د) حیدرآباد میں

6۔ رنگون کا موجودہ نام ہے۔

(الف) برما (ب) ینگون (ج) برما اور ینگون (د) کوئی بھی نہیں

7۔ بہادر شاہ ظفرؔ نے انتقال کیا اور وہ دفن ہیں۔

(الف) لکھنؤ میں (ب) رنگون میں (ج) دلی میں (د) لاہور میں

8۔ بہادر شاہ ظفرؔ کے کلیات میں شعر ہیں۔

(الف) دس ہزار سے زیادہ (ب) بیس ہزار سے زیادہ (ج) تیس ہزار سے زیادہ (د) چالیس ہزار سے زیادہ

9۔ شاعری میں بہادر شاہ ظفرؔ کی پہچان ہے۔

(الف) غزل (ب) نظم (ج) نعت (د) تینوں

10۔ زبان کی صفائی اور ____ کے استعمال میں ظفرؔ کی غزل کو ایک خاص رنگ عطا کیا۔

(الف) محاورہ (ب) روزمرہ (ج) ضرب الامثال (د) تینوں

11۔ بہادر شاہ ظفرؔ کا کلیات مشتمل ہے۔

(الف) تین دواوین پر (ب) چار دواوین پر (ج) پانچ دواوین پر (د) چھے دواوین پر

12۔ کلیاتِ ظفرؔ میں اردو زبان کے علاوہ پنجابی اور ______ زبان کے اثرات کے حامل اشعار ملتے ہیں۔

(الف) فارسی (ب) عربی (ج) پوربی (د) تینوں

13۔ کس کی بنی ہے ____ ناپائیدار میں۔

(الف) عالمِ (ب) جہانِ (ج) دنیائے (د) دیار

14۔ بلبل کو باغباں سے نہ صیاد سے ______

(الف) شکوہ (ب) گلہ (ج) شکایت (د) رنج

15۔ قسمت میں قید لکھی تھی ______ میں

(الف) فصلِ بہار (ب) فصلِ خزاں (ج) سحابِ بہار (د) بادشاہت

16۔ ______ گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

(الف) ایک (ب) دو (ج) تین (د) چار

17۔ فصلِ بہار میں کس کی قسمت میں قید لکھی تھی۔

(الف) انگریز کی (ب) عوام کی (ج) فوج کی (د) بلبل کی

18۔ بقول ظفرؔ، پھیلا کے پاؤں سوئیں گے۔

(الف) آرام سے (ب) کنجِ مزار میں (ج) سکون سے (د) محل میں

جوابات

1	ا	2	د	3	ا	4	د	5	ا	6	ب	7	ب	8	ج	9	ا	10	ب
11	ب	12	ج	13	ا	14	ب	15	ا	16	ب	17	د	18	ب				

سوالات کے مختصر جوابات

سوال 1: انسان کی عمرِ دراز کے چار دن کیسے کٹتے ہیں؟

جواب: انسان کی عمرِ دراز کے چار دنوں میں سے دو دن یعنی عمر کا ابتدائی نصف حصہ آرزوئیں کرنے اور بقیہ دو دن ان آرزوؤں کی تکمیل کے انتظار میں کٹتے ہیں۔

سوال 2: بلبل کو باغباں اور صیاد سے کیا گلہ ہے؟

جواب: بلبل (شاعر) کو باغباں یعنی شاہی محافظوں اور صیاد یعنی انگریز سے کوئی گلہ نہیں ہے۔

سوال 3: بلبل کی قسمت میں کیا لکھا تھا؟

جواب: بلبل کی قسمت میں فصلِ بہار میں قید ہونا لکھا تھا۔

سوال 4: شاعر اپنی حسرتوں سے کیا کہنا چاہتا ہے؟

جواب: شاعر اپنی حسرتوں سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ وہ اس کے داغ دار دل سے کہیں دور چلی جائیں۔

سوال 5: شاعر نے اپنی کس بدنصیبی کا ذکر کیا ہے؟

جواب: شاعر نے اپنی اس بدنصیبی کا ذکر کیا ہے کہ اسے قبر کے لیے بھی اپنے وطن میں جگہ نہیں مل سکتی ہے۔

سوال 6: مقطعے میں شاعر نے کس چیز کی تمنا کی ہے؟

جواب: مقطعے میں شاعر نے اپنے وطن میں دفن ہونے کی تمنا کی ہے۔

سوال 7: اس غزل کا مطلع کیا ہے؟

جواب: اس غزل کا مطلع یہ ہے:

لگتا نہیں ہے دل مرا اجڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالمِ ناپائیدار میں

سوال 8: اس غزل کا مقطع کیا ہے؟

جواب: اس غزل کا مقطع یہ ہے:

کتنا ہے بدنصیب ظفرؔ ، دفن کے لیے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

سوال 9: اس غزل کی ردیف کیا ہے؟

جواب: اس غزل کی ردیف ''میں'' ہے۔

سوال 10: اس غزل کے قافیوں کی نشاندہی کریں؟

جواب: اس غزل کے قافیے یہ ہیں:

دیار، ناپائیدار، انتظار، بہار، داغ دار، مزار اور یار

سوال 11: پہلے شعر میں شاعر نے ''اُجڑے دیار'' کو کس کے لیے استعارہ استعمال کیا ہے؟

جواب: شاعر نے ''اجڑے دیار'' کو فانی دنیا کے لیے استعارہ استعمال کیا ہے۔

سوال 12: مقطع میں شاعر نے ''دو گز زمین'' کا کنایہ کس کے استعمال کیا ہے؟

جواب: شاعر نے دو گز زمین کا کنایہ قبر کے لیے استعمال کیا ہے۔